اصول وطرق مشق بنائے جاتے ہیں، شروع میں مضمون نگاری کے اصول اور اسکی مختلف تقسیمات و اصناف لکھکر مختلف اصناف کے نمونے دیئے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ ہر صنف کے مضمون کے لئے کسقدر اجزا ضروری ہیں اور کیونکر اسپر مضمون لکھنا چاہیئے، مضامین زیادہ تر مستند اشخاص اور معتبر رسائل سے انتخاب کئے ہیں اور کہیں کہیں خود مولف کے قلم نے بھی اپنے نتائج افکار پیش کئے ہیں، زبان صاف اور سہل اور طرز عبارت سادہ ہے، البتہ کہیں کہیں زبان کے مسامحات موجود ہیں، آخر میں مشق کے عنوانات دیئے ہیں اور کلکتہ یونیورسٹی کے گذشتہ امتحانات کے سوالاتِ مضمون نگاری کا ضمیمہ شامل کردیا ہے، بحیثیت مجموعی ہم طلبائے نوآموز اور نوشائقین مضمون نگاری کو اس کتاب کے مطالعہ کا مشورہ دیتے ہیں، لکھائی چھپائی متوسط، کاغذ معمولی، ضخامت ۱۶۵، قیمت ۱۲/ پتہ: بانکی پور، محلہ رمنہ، سید نجیب اشرف،

ضمیمۂ اعجاز عشق، مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب شاطر آنریری پریسیڈنسی مجسٹریٹ مدراس نے اعجاز عشق کے نام سے ایک قصیدہ سنہ ۱۳۲۲ھ میں لکھا تھا، اسکا قافیہ بہار و مدار تھا، اسوقت اس قصیدہ میں ۳۸۸ شعر تھے، دوسری اشاعت میں ۴۰۲، اور تیسری میں ۴۸۵ ہوگئے، آخری اشاعت کے آٹھ برس بعد اب اسی قافیہ میں قصیدۂ مذکور کا ضمیمہ لکھا ہے، جسمیں ۲۸۷ شعر ہیں، اعجاز عشق پر ملک کے بہترین اکابر نے مثلاً مولانا حالی، مولانا شبلی، ڈاکٹر اقبال وغیرہ نے عمدہ تقریظیں لکھی ہیں، جنمیں شاعر کے فلسفیانہ خیالات اور شاعرانہ جذبات کی داد دی تھی، یہ ضمیمہ بھی اسی داد کے قابل ہے، قصیدہ کا اصلی موضوع یہ ہے کہ مختلف جدید فلسفیانہ خیالات کو اشعار میں ادا کیا جائے، فلسفہ اور شاعری یعنی بر و بحر کو یکجا کرنا کسقدر مشکل کام ہے، لیکن بحر ہند کے ساحل جنوبی میں جسکا نام مدراس ہے یہ کام آسانی سے انجام پایا ہے، باایں ہمہ زبان پیچیدہ نہیں، اور ترکیبوں میں الجھاؤ نہیں، لیکن امید ہے کہ آیندہ سے شاطر اپنی شاعرانہ شطرنج کے لئے کوئی نئی بساط بچھائینگے ورنہ آٹھ نو سو اشعار میں قوافی کا اعادہ و تکرار مطالب و معانی کے اعادہ و تکرار پر مجبور کریگا اور اگر اس مجبوری کو چھپانیکی کوشش کیجائیگی تو بے مزگی پیدا ہوگی، ضخامت ۱۸ قیمت ۴/ امیر محل، مدراس

جلد چہارم — ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء — عدد ششم

مضامین

شذرات

جیسا کہ آغاز سال مین طے ہو چکا تھا، دسمبر کی ششماہی پر معارف کی چوتھی جلد ختم ہوتی ہے، جنوری سنہ ۲۰ سے پانچوین جلد شروع ہوگی، اس جلد پر مضمون مسئلہ زر کے علاوہ اور تمام مسلسل مضامین ختم ہوتے ہین، لیکن مضمون مذکور چونکہ کسیقدر طویل ہے، اور پہلے نمبر مین اسکا بہت کم تکرہ آسکا، اسلئے مجبوراً پانچوین جلد مین بھی اسکا سلسلہ جائیگا،

سیرۃ نبوی جلد دوم، ۳۰۰ صفحہ تک چھپ چکی، ابھی ۱۰۰ صفحے اور باقی ہین، سرورق کیلئے کاغذ باوجود تلاش ابتک بہم نہ پہنچ سکا، لکھائی چھپائی کاغذ ہر چیز مین یہ جلد انشاءاللہ جلد اول کے ہمپایہ اور مطبع معارف کا ایک کارنامہ ہوگی،

سیرۃ عمر بن عبدالعزیز مولفہ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی دارالمصنفین سے چھپکر شایع ہوگئی، مولانا نے اس کتاب مین حضرت عمر ثانی کے حالات اور مجددانہ کارنامون کے علاوہ بنو امیہ کے محاسن و معائب کو نہایت موشگافی کے ساتھ واضح کر دیا ہے، اور بنو امیہ کے زوال کے اسباب کو ایک خاص باب مین تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے،

آج ہم اپنے ناظرین کو ندوۃ العلماء کے ایک اور مایۂ ناز فرزند مولوی حکیم سید عبدالعلی صاحب بی ایس سی

روشناس کرتے ہین، یہ جناب مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء کے فرزند رشید ہین، انھون نے عربی علوم کی تکمیل دارالعلوم اور مدرسین دارالعلوم سے کی، حدیث کی تکمیل مدرسہ دیوبند مین جاکر کی، اپنے والد بزرگوار سے طب کی تعلیم حاصل کی، اور ان تمام مراحل کے بعد انگریزی شروع کی، اور اسمین بھی وہ شاخ اختیار کی جو نسبتہً مشکل تھی، یعنی سائنس، بالآخر چند سال کی محنت کے بعد گذشتہ سال انھون نے کیننگ کالج سے بی ایس سی کی سند حاصل کی، اور نہ صرف سند کاغذی، بلکہ الحمدللہ وہ ذوق فضل و کمال بھی حاصل ہوا جو وراثتہً بھی انکو ملنا چاہیئے تھا،

قدیم و جدید فلسفہ و حکمت کی آمیزش نے ان مین ایک نیا جوہر پیدا کر دیا ہے، کیمسٹری اور خصوصاً بیالوجی (علم الحیات) سے زیادہ دلچسپی ہے، اور انکی خواہش ہے کہ وہ آیندہ اپنے لئے سلسلۂ تحقیقات کی راہ اختیار کرین، جسکے لئے اول تو خود ہندوستان مین اور ثانیاً مسلمانون مین بہت کم سامان موجود ہے،

عربون کی کیمسٹری اور جدید کیمسٹری مین باہمی موازنہ و مقابلہ کے لئے وہ مواد فراہم کر رہے ہین، لیکن افسوس کہ کتابین ناپید اور جنکے پاس ہین وہ کیمیا کے رسالہ کو آلۂ زرسازی سمجھکر گنج قارون کی طرح چھپاتے ہین، اس واقعہ کا مجھے ذاتی علم ہے،

ہم اسکا اظہار بھی بمسرت کرتے ہین کہ وہ اپنے مقالات حکمیہ سے معارف کو بھی بہرہ مند کرنا چاہتے ہین اور اسکے لئے بطور ضمانت رسالۂ نباتات پر ایک ریویو لکھکر بھیجا ہے جو آیندہ نمبر مین شایع ہوگا۔

ہندوستان کی مشرقی کانفرنس یا مجلس مستشرقین کا پہلا اجلاس حسب اطلاع سابق ۵، ۶، ۷ نومبر کو پونہ مین منعقد ہوا، حاضرین کی تعداد آٹھ نو سو کے قریب تھی جو ایک خشک علمی جلسہ کے لئے بسا غنیمت ہے، تین سو کے قریب مختلف صوبون اور ریاستون کے نمایندے شریک تھے، لیکن اس وسیع تعداد مین

مسلمانون کا شمار ۲۴ یا ۲۵ سے زیادہ نہ تھا، حالانکہ مجلس کی فہرست مین عربی اور فارسی زبان کے متعلق تحقیقات کا عنوان بھی تھا، اور ان شرکا مین بھی زیادہ تر وہ لوگ تھے جو مجلس کی زبان یعنی انگریزی سے ناآشنا تھے،

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمیدانم

صیغہٗ عربی و فارسی کے صدر ڈاکٹر صلاح الدین خدابخش (پٹنہ) تھے، پانچ مضامین اس مین پڑھے گئے، جنمین سب سے بہتر مضمون ہمارے دوست پروفیسر شیخ عبدالقادر ایم اے (الفنسٹن کالج بمبئی) کا تھا، کاش وہ اُردو ہوکر معارف کے حصہ مین آتا،

"سالہا زان شدہ ام بردرِ میخانہ مقیم — تا مگر جرعہ فشاند لبِ جانان برمن

اے نسیمِ سحری یاد دہش عہدِ قدیم — مگرش صحبتِ دیرینۂ من از یاد برفت

پہلے اجلاس کا افتتاح گورنر بمبئی نے کیا، شرکا مین زیادہ تعداد احاطہ بمبئی کی تھی، اسکے بعد مدراس، پھر بنگال، پھر صوبہ متحدہ کی تھی، "سو" سے اُوپر مضامین مجلس مین پڑھنے کے لئے موصول ہوئے تھے، جنمین زیادہ تر ہندوستان قدیم (قبل از فتح اسلام) کے متعلق تاریخی و لسانی و اثری و مذہبی تحقیقات تھی، جلسہ کی صدارت پنجاب کے ایک مستشرق انگریز ڈاکٹر وولز نے کی، اور سر بھنڈارکر منتخب صدر کی طرف سے انکے صاحبزادہ نے انکا خطبہٗ افتتاحیہ پڑھکر سُنایا، جنمین مستشرقین یورپ کے کارنامون پر ایک ناقدانہ تبصرہ تھا، مجلس کے تمام مباحث ۱۲ شعبون مین منقسم تھے، ہر شعبہ کے لئے الگ الگ ۱۲ صدر منتخب ہوئے تھے، ان مختلف شعبون مین جس قسم کے مضامین پیش کئے گئے انکا اندازہ عنوانات ذیل سے ہوگا،

(۱) مغربی ہند کی قدیم بحری تجارت،

(۲) سنسکرت حروف تہجی کی تاریخ،

(۳) شنکراچاریہ اور ارسطو کے نظامات منطق کا موازنہ اور انکا باہمی تعلق،

(۴) اکبر اور اسکے عہد کے سنسکرت سے فارسی مین تراجم،

(۵) گوتم بدھ کا مسلک توحید،

(۶) جنوبی ہند کے غارون کے کتبات،

(۷) ایران قدیم مین سائنس،

(۸) بودھ کا فلسفہٗ فنا،

(۹) اپنشد کے اصول تعلیم و تربیت،

(۱۰) ہند قدیم کی موسیقی،

(۱۱) قدیم ہندوستانی صنعت و حرفت مین حکومت کی مداخلت،

(۱۲) فارسی زبان مین یاے مجہول،

(۱۳) راون کا لنکا،

(۱۴) شاہنامہ اور مہابھارت کی عجیب مماثلت،

آیندہ سال یہ مجلس کلکتہ مین منعقد ہوگی،

نہ صرف بنگال بلکہ ہندوستان کے مایۂ ناز شاعر ٹیگور کے قلم نے تقریباً یورپ، امریکا، اور جاپان کو مسخر کرلیا ہے، لیکن یہ حاشیۂ وہم مین بھی نہ تھا کہ یہ "تیغ ہندی" مصر و عرب کو بھی فتح کریگی، لیکن ایک علم دوست کی اطلاع ہے کہ مصر مین ٹیگور کی گیتانجلی کا ترجمہ عربی مین ہوگیا ہے، اور کتاب چھپکر شایع ہورہی ہے، لیکن ابھی ہندوستان نہین پہنچی ہے، دیکھین عربی جیوہاردن کی

شیرینی کے عاشقون کو اس خشک ہندی کی مٹھاس کہانتک پسند آتی ہے،

یورپ کے عظیم الشان اور ہیبت ناک تجربے تو ہم بیسیون دیکھے اور سُنتے ہین، لیکن ایک لطیف اور نازک تجربہ بھی سن لینا چاہیے، جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تعلیم کے تمامتر کارنامے اب عورتون کے ہاتھ سے انجام پائین گے، یہ تو واقعہ ہے کہ تربیت اولاد کا بڑا حصہ انہین کے نرم و نازک ہاتھون سے انجام پاتا ہے، اِسلئے مناسب ہے کہ آیندہ سے دنیا کی تعلیم کا کام بھی وہی انجام دین کہ انکی مہربان و نرم خو طبیعت اس فرض کو بہتر طریقہ سے ادا کرسکتی ہے،

پچاس برس پہلے انگلستان کے ہر پانچ ابتدائی مدارس مین سے چار مردون کے اور ایک عورتون کے ہاتھ مین تہا، ۱۸۹۵ء مین دونون کی تعداد برابر ہوگئی، مگر ۱۹۰۷ء مین ہر چار مدرسون مین تین مدرسے عورتون کے ہاتھ مین آگئے، اسوقت تمام جزائر برطانیہ مین معلمات کی تعداد ۲۰ ہزار اور معلمون کی چار ہزار تھی، موجودہ زمانہ جنگ مین مردون کو جو جنگی مصروفیت رہی اُسنے اس تعداد کو اور زیادہ بڑہا دیا ہوگا۔

ہماری عادت نہین کہ معترضون کے ساتھ دست و گریبان ہون، گو بعض اوقات ایسے تند و تیز لہجون مین حملے ہوئے ہین کہ سلیم الطبع سے سلیم الطبع انسان مین بھی تھوڑی دیر کیلئے جوش پیدا ہوجاتا ہے لیکن ہم اس پرانی فارسی ضرب المثل کو یاد کرکے خاموش ہوجاتے ہین جسمین یہ تعلیم کی گئی ہے کہ بعض اصناف انسانی کے لئے خاموشی ہی جواب ہے"

چند مہینے ہوئے کہ آگرہ کے ایک "نسوانی الخواص"، ادبی رسالہ میں دیباچہ شعر العجم پر ایک تنقید ایک مسلمان آکسن کے قلم سے شائع ہوئی تھی، بیچارہ نے چار پانچ برس ہوئے، اس مضمون کو الگ رسالہ کی صورت مین حیدرآباد سے شائع کیا تھا، لیکن جب وسیع ہندوستان کے کسی گوشہ سے بھی اسکو اپنی تحقیق کی داد نہین ملی، تو اُردو کے جنم بھوم (آگرہ) مین آکر داد رسی چاہی، لیکن گنبد شاہجہانی کی صدائے گاہ سے جو آواز آئی وہ بھی ہمارے دوست نے نہ سُنی۔

حسد چہ می بری اے سست نظم بر حافظ قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

رسالہ **الناظر** مین ایک مولوی صاحب نے **الفاروق** پر تنقید لکھکر اپنے زور بازو کی نمائش کی ہے تمہید سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوت رستمانہ دس بارہ برس کی محنت و ورزش مین حاصل ہوئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس علمی دنگل کے پہلوان نے اپنے زور و قوت کو اسلامی تمدن کی عمارت کے بنانے مین صرف کیا ہے یا ڈہانے مین؟ حریفان اسلام کی شکست اس سے مقصود ہے یا اعانت؟ اور اسکا فیصلہ ہمارے بزرگ محب اسلام کو صبح امید کے صفحہ معاصر مین نظر آیا ہوگا،

تمام مباحث کو چھوڑ کر ناقد نے بالفعل صرف جزیہ اور حقوق الذمیین کو لیا ہے، اور جدید اصول تصنیف کے مطابق الفاروق کے نقد مین یہ وسعت پیدا کی ہے کہ مصنف نے ان دو مسئلون کی نسبت رسائل، الفاروق اور سیرۃ النعمان مین جہان جہان جو کچھ لکھا ہے ان سب پر دست تطاول دراز کیا ہے، ع کردیا سفاک نے میدان صاف

اصل مسئلہ کے متعلق ناقد نے جو موشگافیان کی ہین انکا ماحصل یہ ہے کہ مصنف نے جا بجا جو یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ذمیون کے متعلق جو بظاہر بعض سخت احکام نافذ کیے ہین وہ مختص الحال ہین اور یہ تعمیم صرف متاخرین کی تنگی نظر ہے، ناقد نے دکھایا ہے کہ نہین یہ تعمیم قدیم کتاب مین یعنی کتاب الخراج مین بھی موجود ہے اس وجود سے انکار نہین لیکن کیا تخصیص کی روایتین ناقد کو اس کتاب مین نہین ملین؟ اور ایسی صورت مین اصول روایت و درایت انکو کام مین لانا چاہیئے تھا یا نہین،

لیکن ناقد صاحب سے ہمارا صرف ایک سوال ہے از راہ عنایت اپنی وسعت علم اور عمق تحقیق کے صدقے ان احکام کو اصلیین قرآن مجید اور صحیح حدیث سے موید و ثابت کرکے ۸ کروڑ مسلمانون کو بہرہ مند فرمائین کہ انکا یہ احسان عظیم تاقیامت یادگار رہیگا،

مصنف مرحوم چونکہ غالی حنفی تھے اسلئے آزادی تحقیق کے باوجود وہ ائمۂ احناف کے اقوال کو بھی سند جانتے تھے، لیکن اب میدان تحقیق زیادہ فراخ اور وسیع ہے،

مقالات

شعر الہند کا ایک صفحہ

واعظ[1]

از مولانا عبد السّلام ندوی

واعظ، زاہد، صوفی، فقیہ، ملّا تو ہمیشہ لوگون کو وعظ و پند کے ذریعہ سے شریعت کے صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت کیا کرتے ہین، لیکن انکے علاوہ قدیم زمانہ مین سلطنت کی طرف سے محکمۂ احتساب قائم تھا جسکا مقصد یہ تھا کہ کسی شخص کا قدم حدود شریعت سے ہٹنے نپائے، اسلئے محتسب قانوناً ہر شخص کی نگرانی کر سکتا تھا، اور اسکو شراب خواری، بدکاری، اور عیاشی سے روک سکتا تھا، اس بنا پر جو لوگ رندانہ زندگی بسر کرتے تھے وہ ان لوگون کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور جوش انتقام مین اُنکے عیوب کی پردہ دری کرتے تھے۔ شاعری کی تمام اصناف مین غزل کا سنگ بنیاد رندی اور ہوسناکی پر رکھا گیا، اِسلئے اس قسم کے تمام رندانہ خیالات غزل کا عنصر بنگئے، اور محتسب، واعظ، زاہد، صوفی، ملّا، فقیہ، مدرس، غرض ہر وہ شخص جو اس مقصد مین خلل انداز ہو سکتا تھا، ہمارے شعراء کا حریف مقابل بن گیا، اور اُنھون نے اسکو ہر حیثیت سے مورد نفرین قرار دیا، چنانچہ سعدی، حافظ، اور خیام کے کلام کا انتخاب کیا جائے تو ان لوگون کی ہجو و مذمت مین دفتر کا دفتر طیار ہو سکتا ہے،

فارسی شاعری کے تتبع مین اُردو شعراء نے بھی ان بزرگون کو ابتدا ہی سے اپنے تیر ملامت کا نشانہ بنایا، اور ہر محفل مین ان کی پگڑیان اُچھالین، لیکن اِنکے ساتھ انکا سلوک ہر زمانے مین مختلف رہا، ہمارے قدما نے ان غریبون کو جس لب و لہجہ کے ساتھ مخاطب کیا، وہ نہایت گستاخانہ، فحاشانہ او سوقیانہ تھا،

[1] یہ مضمون بالکل جامع و مکمل نہین ہے۔

شیخ شرف الدین مضمون فرماتے ہین،

میکدہ مین گر سراپا فعل نامعقول ہے   مدرسہ دیکھا تو وان بھی فاعل و...[1] ہے

شاہ مبارک آبرو کہتے ہین،

شیخ خرقہ مین جب مراقب ہو   گربہ مسکین ہی چوہی کا خون ہے

میر و مرزا نے تو ان لوگون کو نہایت ہی بازاری لہجہ مین مخاطب کیا ہے، چنانچہ میر صاحب فرماتے ہین

ایسا نہو کہ شیخ دغا دیوے ہمنشین   ابلیس سے کرے ہے کوئی آدم اختلاط

شیخ کی سی ہی شکل ہے شیطان   جسپہ شب...[2] ہوتا ہے

تو شملہ جو رکھتا ہے خر ہے وگرنہ   ضرورت ہی کیا شیخ دم اک وجب کی

حد سے زیادہ واعظ یہ کودنا اُچھلنا   کاہے کو جاتے ہین ہم ای خرس اب بندہارہ

بن عصا شیخ یک قدم نہ رکھے   راہ چلتا نہین یہ خر بے چوب

کچھ کم نہین ہین شعبدہ بازون سے میگسار   دارو پلا کے شیخ کو آدم سے خر کیا

مین داڑہی تیری واعظ مسجد ہی مین منڈواتا   پر کیا کرون ساتھ اپنے حجام نہین رکھتا

لوگون مین اسلام کے ہوتا شہرت اس رسوائی کی   شیخ کو بھیر الگدہے چڑہا کر مکے اور مدینہ مین

ہزار شانہ و مسواک غسل شیخ کرے   ہمارے عندیے مین تو ہی وہ خبیث و پلیت

سودا کہتے ہین:-

ریش کو شملے سے بن باندہی تری چھوڑون مین نہ   ہاتھ آیا ہے مرے مضمون عالی محتسب

پھر جو نکلے میکدہ کی راہ تو پیچھے پڑے   بیت یہ سکھلا لگا دونگا دو قالی محتسب

تیرے غرانے کو سودا لاوے کب خاطر کے بیچ   تجھکو وہ سمجھے ہی...[3] شیر قالی محتسب

[1] مفعول [2] احتلام [3] پشم۔

یان فقط بجتی ہے ڈھولک دخل کہانیکا نہین
مت دکھا ساتھ اپنے پاس سے خلق شیخ اتنا نہ کود

کیا اُکھاڑیگا ۔۔۔۔ بہلا دیکھین تو یہ شیخ
رندون کو دہر آتا ہی جو ریش اپنی پکڑ کر

ناس دانی کو چھپا شیخ مبادا کوئی
اسمین نکھکنی چھپا کر تجھے غافل بھردے

شیخ وہ رشتہ ہے زنار ہمارا جس نے
پہاڑ ڈالی ہے ترے سبحہ کے ہر دانے کی

ہمارے متاخرین شعرا نے واعظون اور زاہدون کے متعلق نہایت لطیف مضامین پیدا کیے ہین، لیکن میرو مرزا کے یہان رعایت لفظی کے سوا اور کسی قسم کی لطافت کا پتہ نہین چلتا، مثلاً میر صاحب فرماتے ہین

سوای اسکے تری داڑھی مین ہے کیا اے شیخ
کہ جو کوئی تجھے دیکھے سو ریشخند کرے

مجھ مست کو کیا نسبت اے میر مسائل سے
منہ شیخ کا مسجد مین ہین رکھکے مسل ڈالا

سودا کہتے ہین،

سچ مین دنیا تو ہم چھوڑینگے لیکن زاہدا
چھوڑنا تیری طرح داڑھی کا مشکل ہوئیگا

جو حد ریش کے رکھنے سے مین سخن پوچھا
ہر ایک بات مین زاہد کے شاخسانہ تھا

اسی سے واعظ احمق کو پست فطرت جان
ہوا ہے چڑھ کے یہ منبر پہ خواہ مخواہ بلند

میر حسن کہتے ہین،

شیخ پر اسکے جرم کا رکھ بوجھ
اور پیا کر حسن شراب کے گھونٹ

پھر وہ جو کچھ کہے تو بکنے دے
بڑبڑاتے ہین لادنے مین اونٹ

کہنے پہ شیخ کے کچھ مت مست ہوش رکھ تو
بیفائدہ بکے ہے وہ تو الاغ جل کر

میر درد نے اگرچہ واعظ و شیخ کے متعلق اکثر لطیف مضامین پیدا کئے ہین، مثلاً

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دین تو فرشتے وضو کرین

آتے ہین دام مین کب خورشید رو کسی کے
اے شیخ یہ نہین ہین تسبیح کے سے شمسے

محتسب آج تو میخانہ مین تیرے ہاتھون
دل نہ تھا کوئی کہ شیشہ کی طرح چور نہ تھا

تاہم وہ بھی زمانہ کے اقتضا سے بالکل بچ نہ سکے، اور انکی زبان سے بھی ایک گستاخانہ شعر نکل ہی گیا۔

ہمنے کہا بہت اُسے پر نہوا وہ آدمی
زاہد خشک بھی کوئی سخت ہی خر دماغ ہے

البتہ اگر میر سوز کے دیوان کے انتخاب پر اعتماد کیا جاسکے تو اُنھون نے اس قسم کی مبتذل روش اختیار نہین کی، اور اپنے سیدھے سادے لہجہ مین شیخ سے بھی خطاب کیا،

یہ ننگ و نام مبارک ہے تجھے اے شیخ
مجھے نہ ننگ سے اپنے ہے اور نہ نام سے کام

سمجھاؤن اپنے کفر کے گر رمز شیخ کو
بے اختیار کہہ اٹھے اسلام کچھ نہین

خون سے اپنے وضو کر کے قدم آگے رکھ
شیخ کعبہ نہ سمجھ ہے یہ صنم خانہ عشق

زاہدون اور واعظون کے متعلق میر حسن، سراج الدین علیخان آرزو اور جرأت نے اگرچہ بعض لطیف، سادہ اور صاف اشعار لکھے، مثلاً میر حسن کہتے ہین،

شیخ تو نیک و بد دختر رز کیا جانے
وہ بچاری تو ترے پاس نہ آئی نہ گئی

آرزو کہتے ہین،

میخانہ بیچ جا کر شیشے تمام توڑے
زاہد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

جرأت فرماتے ہین،

دیکھتا تو بھی جو اے شیخ تو مائل ہوتا
آج آیا تھا وہ ایسی ہی طرحداری سے

شیخ جی ہم تو ہین نادان پہ اسے آنے دو
ہم بھی پوچھین گے ہوئی آپکی دانائی کیا

تاہم قدما کی روش مصحفی کے زمانہ تک قائم رہی، چنانچہ وہ کسی قدر متانت کے ساتھ فرماتے ہین،

دستار و شملہ شیخ کا ہے خوف کی جگہ
نکلا ہے یہ ستارۂ دمدار کی طرح

ناسخ پہلا شخص ہے جس نے قدما کی طرز مین انقلاب پیدا کیا، الفاظ، محاورات اور زبان کے

علاوہ، ہجگوئی جو قدما کا عام شعار بنگئی تھی، ناسخ نے اُسکو مٹا دیا، اکثر فحاشانہ اور سوقیانہ مضامین جو قدما، کے بیان پائے جاتے تھے، ناسخ نے اُنکو بالکل چھوڑ دیا، واعظ، زاہد اور محتسب کے ساتھ قدما کا یہ فحاشانہ طرز خطاب اسی عام کلیہ کے تحت مین داخل تھا، اس بنا پر جب ناسخ نے اس قسم کے مضامین کو متروک قرار دیا تو خود بخود اسکی اصلاح ہوگئی، لیکن ناسخ کی طبیعت مین فطرۃً شوخی ظرافت کا مادہ نہ تھا، اِسلئے انھون نے اس فرقہ کے ساتھ کبھی ہنس کر گفتگو نہین کی، یہی وجہ ہے کہ اُنکے دیوان مین اس قسم کے رندانہ اشعار بہت کم پائے جاتے ہین، چنانچہ مولوی محمد حسین آزاد تذکرہ آبحیات مین لکھتے ہین

شیخ صاحب کے کلام مین نمک ظرافت کا چٹخارا کم ہے، چنانچہ زاہد اور ناصح جو شعرائے اردو و فارسی کے لئے ہر جگہ رونقِ محفل ہین، یہ اُن سے بھی ہنس کر دل نہین بہلاتے، اور اگر اتفاقاً ہے تو ایسا ہے کہ وہ ہنسنا زہر خند معلوم ہوتا ہے،

حرص سے زاہد یہ کہتا ہے جو گر جائینگے دانت ۔۔۔ کیا کشادہ بہر رزق اپنا دہان ہو جائیگا

دیکھو ناسخ سر شیخ معمم کی طرف ۔۔۔ کیا کلس سواک کا ہے گنبدِ دستار پر

زاہد اکی مضان مین پڑھون خاک نماز ۔۔۔ سوے قبلہ تو خنازیر کھڑے رہتے ہین

واہ کیا پیر مغان کا ہے تصرف میکشو ۔۔۔ محتسب کا اب سخن تکیہ ہی مل مل ہو گیا

عابد و زاہد چلے جاتے ہین پیتا ہون شراب ۔۔۔ دیتو ناسخ زور رند لااُبالی ہو گیا

اہل تزویر سے اسدرجہ ہے نفرت مجھکو ۔۔۔ کہ مجھے قافیہ زور سے کچھ کام نہین،،

اس بنا پر ناسخ نے بذات خود ان مضامین مین کوئی جدت، ندرت، اور لطافت نہین پیدا کی خواجہ آتش نے بے شبہہ بالکل عاشقانہ اور رندانہ رنگ اختیار کیا، اور واعظ اور زاہد سے اسی طریقے سے خطاب کیا جس طرح ایک رند لاابالی کرسکتا ہے،

اے فلک کچھ تو اثر حسن عمل کا ہوتا ۔۔۔ شیشہ اک رات تو قاضی کی بغل مین ہوتا

ڈرتا ہے کسے اے شیخ تو نار جہنم سے ۔۔۔ سمندر موج مارے گر نچوڑون پلہ دامن کا

شریف کعبہ کو کعبہ مبارک ہمتو اے آتش ۔۔۔ بتون کے گھورنے کو جانتے ہین پیر برہمن مین

زاہدان خشک کو کیفیتِ دنیا نہین ۔۔۔ ساغر گل سے ہوئی کس دن چمن مین ظلمت

رکھتے ہین اہل مدرسہ بھی عشق یار سے ۔۔۔ سمجھے ہوئے ہین ردے کتابی کتاب کو

خواجہ آتش کے ایک شاگرد آغا حجو شرف نے ناسخ کی حد سے بھی آگے قدم بڑھایا، اور جو الفاظ شریعت اور اخلاق کے خلاف تھے اُنکو بالکل متروک قرار دیا، اور بت، صنم، کلیسا، بتخانہ، برہمن، ناقوس، زنار، زاہد، واعظ، ناصح، شیخ، پیر مغان، مغبچہ، ساقی، رند، میخانہ، جام، ساغر، شیشہ، قلقل، شراب، مینا وغیرہ الفاظ بالکل چھوڑ دیئے[1]،، جسکا اثر خصوصیت کے ساتھ مضامین غزل پر پڑا اور اس قسم کے رندانہ خیالات جنکو شعراء عموماً واعظون اور زاہدون کے متعلق ظاہر کرتے تھے بالکل معدوم ہوگئے، لیکن یہ اصلاح صرف شرف ہی تک محدود رہی، عام طور پر شعراء نے اسکا تتبع نہین کیا، تاہم جسقدر زمانہ گذرتا گیا واعظون اور زاہدون کے ساتھ شعراء کا لب و لہجہ بدلتا گیا اور ان مضامین مین متانت اور لطافت آتی گئی، چنانچہ اسکا اندازہ شعرائے دہلی کے کلام سے ہوسکتا ہے، مومن خان فرماتے ہین،

سوا اے محتسب اسکے کہ اپنے دل کی صورت ہے ۔۔۔ سزاوار شکستن کونسی تقصیر شیشے کی

داغ سے میرے جہنم کو مثال ۔۔۔ تو بھی واعظ دل جلانا چھوڑ دے

غالب نے اس سے بھی زیادہ لطافتین پیدا کین، مثلاً جب زاہد لوگون کو جنت کی ترغیب دیتا ہے تو ہمارے شعراء جنت کی ہجو کرتے ہین، اور اُسکو خاک میخانہ اور کوے جانان کی گرد راہ کے برابر بھی نہین قرار دیتے، لیکن غالب جنت کی ہجو نہین کرتا، بلکہ اسکو کہین تو ایک حقیقی چیز قرار دیتا ہے اور اسکے تمام گل و ریحان اور حور و غلمان کے وجود کو اسی طرح تسلیم کرتا ہے، جس طرح زاہد نے بیان کیا تھا

[1] یہ شعر درد کے اس شعر سے ماخوذ ہے، ع تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو۔ [2] شرح دیوان غالب طباطبائی۔

لیکن باوجود اس تہذیب و متانت کے کہتا ہے،

ستائش گر ہے واعظ اسقدر جس باغِ رضوان کا — وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودون کے طاقِ نسیان کا

اور کہین اسکو بالکل بے حقیقت قرار دیتا ہے، تاہم دلون پر اُسکا جو وجد انگیز اثر ہے اس سے انکار نہین کرتا،

ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن — دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

ہمارے شعراء شراب طہور پر شراب انگور کو فضیلت دیتے ہین، لیکن غالب اس مین صرف یہ عیب نکالتا ہے

واعظ نہ تم پیو نہ کسیکو پلا سکو — کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی

زاہد جنت کے شہد کے لالچ سے شراب نہین پیتا، غالب اسکو نہایت لطیف طریقہ سے شہد سے نفرت دلاکر شراب پلاتا ہے،

کیون رد قدح کرے ہے زاہد — مے ہے یہ مگس کی قے نہین ہے

شہد کوئی قابل نفرت چیز نہین ہے، لیکن قے بہرحال قابل نفرت ہے، اور شہد مکھی کے منہ ہی سے نکلتا ہے، اِسلئے غالب اسکو مگس کی قے کہتا ہے، تاکہ زاہد کو اس سے نفرت اور شراب کی طرف رغبت ہو،

اس سے بھی زیادہ لطیف طریقہ یہ ہے کہ واعظ، زاہد، اور صوفی کسیکا نام نہ لیا جائے لیکن باوجود اسکے اُن پر چوٹ ہو، اور غالب نے بعض اشعار مین یہی لطیف طریقہ اختیار کیا، مثلاً تجلیات الٰہی کے فیضان کو صوفی شعراء بادۂ و ساغر کی تمثیل و تشبیہ کے ذریعہ سے بیان کرتے ہین، اس بنا پر خود صوفیون کے نزدیک شراب ایسی ضروری چیز قرار پاتی ہے کہ تصوف کے نکتے بھی بغیر اسکے نہین بیان ہو سکتے، پس جب یہ حالت ہے کہ

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو — بنتی نہین ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

تو پھر شراب کی مذمت کیا؟ اور اس سے اجتناب کیون؟

شعرای دہلی مین داغ نے اگرچہ زاہدون اور واعظون سے نہایت بیباکانہ لہجہ مین خطاب کیا، تاہم اس نے بھی ان بزرگون کے ساتھ کہین اس قسم کی گستاخی نہین کی جو ایک مہذب رند کو بھی ناگوار ہو، امیر باوجود اس ثقاہت کے فرماتے ہین،

رگڑ جھگڑ کے ملی دختِ رز ہی ساقی ہے — جہاد کرکے جو عورت ملے حرام نہین

بعض موقعون پر واعظ کو دھمکی بھی دیتے ہین،

دل جلون سے نہ جہنم کا کیا کر مذکور — کہین اُنکو بھی نہ آ جائے حرارت واعظ

ہے دیوانون کے آگے یہ قیامت کا بیان — کہین آ جائے تجھی پر نہ قیامت واعظ

صبح کے وقت صبوحی کی مذمت واعظ — کیا ہوا ہے تجھے کیون آئی ہے شامت واعظ

بعض اوقات شریفانہ لہجے مین واعظ کو بُرا بھلا بھی کہہ لیتے ہین،

ایسے پڑھنے سے تو اچھا تھا کہ جاہل رہتا — نہ حیا تجھ مین ہے باقی نہ مروت واعظ

بعض اوقات غریب کو ڈانٹ بھی دیتے ہین،

چپ بھی ہو بک رہا ہے کیا واعظ — مغز رندون کا کھا گیا واعظ

دخت رز کو برا مرے آگے — پھر نہ کہنا کبھی سنا واعظ

لیکن داغ نہایت لطیف انداز مین اُن سے خطاب کرتا ہے،

حضرتِ زاہد ہر اک نشہ کو عادت شرط ہے — مر نجائین گے شرابِ چشمۂ کوثر سے آپ

شرابخانہ ہی یہ تو زاہد طلسم خانہ نہین جو ٹوٹے — کہ توبہ کرنے گئی ہی توبہ ابھی یہان سے شکست پاکر

اے محتسب اک دم سے ترے کتنے خفا ہین — شیشہ کا ہے دم بند صراحی کا گلا بند

عالم وجد مین بیخود نہین ہوتے صوفی
نشہ مین چور ہین رندان خراباتی کیا[۱]

فرشتہ بنکے نہ اُڑ جائے عرش پر زاہد
اُسے جو خاک سے پاک اسقدر وضو نے کیا

اگرچہ بادہ کشی بھی گناہ اے زاہد
جو تجھ سے جبین کے پیتا تو کچھ عذاب نہ تھا

اس توبہ پر ہی ناز تجھے زاہد اسقدر
جو ٹوٹ کر شریک ہو میرے گناہ مین

اے شیخ جسکو جو نہ ملیگا بڑھیگا شوق
جنت کو مین پسند جہنم کو تو پسند

تقصیر مے فروش کی اے محتسب نہین
یہ چیز اُڑ کے جاتی ہے میخوار کی طرف

زاہد مزا تو جب ہے عذاب و ثواب کا
دوزخ مین بادہ کش ہون جنت مین تو ہو

کوئی بزم وعظ سے کہتا گیا
ایسے جلسے بے شراب اچھے نہین

ہجرت اور صحبت واعظ
خلد مین بھی تو ہین عذاب بہت

کہین کہین وہ واعظون کو گالیان بھی دیتا ہے، لیکن اس صفائی کے ساتھ کہ بُری نہین معلوم ہوتین۔

اور سنئے ابھی رندون سے جناب واعظ
چلدیئے آپ تو دو چار ہی صلوٰتون مین

البتہ یہ شعر داغ کی زبان سے اچھا نہین معلوم ہوتا۔

اے شیخ جو بتائے مُے عشق کو حرام
ایسے کے دو لگائے بھگو کر شراب مین

اسی زمین مین وہ ایک فحش شعر اور کہہ گیا ہے،

حورون کا انتظار کرے کون حشر تک
مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب مین

(۱) لیکن ابتک واعظون اور رندون کے متعلق جو کچھ کہا گیا تھا اس سے رندون کی حقیقت تو کُھل جاتی تھی، لیکن واعظون کی حقیقت بالکل راز سربستہ رہتی تھی، مثلاً رندی اور ہوسناکی یقیناً مذہب کے خلاف ہین، اور اسکو شرعاً اور اخلاقاً کوئی رند بھی جائز نہین قرار دلیسکتا، لیکن باوجود

[۱] یہ شعر فارسی کے اس شعر سے ماخوذ ہے۔ ؎ وجد و منع بادہ صوفی این چہ کافر نعمتی است + منکری بودن و ہمرنگ مستان زیستن

اسکے ایک رند اپنے آپکو رند تسلیم کر کے زاہد و واعظ پر حملہ کرتا ہے، لیکن یہ حملہ اسوقت جائز اور کامیاب ہوسکتا ہے، جب واعظین کی طرف بھی شریعت اور اخلاق کے خلاف ایسی باتین منسوب کیجائین جو انمین حقیقۃً پائی جاتی ہین، لیکن ہمارے شعراء نے اس نکتہ کو بہت کچھ نظرانداز کر دیا ہے، مثلاً واعظون اور زاہدون مین ہزارون برائیان ہوتی ہین، لیکن کوئی واعظ کھلم کھلا شراب نہین پیتا، حالانکہ ہمارے شعراء اُن پر یہ اتہام لگاتے ہین، مثلاً میر صاحب فرماتے ہین،

شیخ جو ہے مسجد مین ننگا رات کو تھا میخانے مین[۱]
جبہ، خرقہ، کرتا، ٹوپی مستی مین انعام کیا

نواب مرزا داغ کہتے ہین،

حضرت زاہد نکل آیا فلک پر آفتاب
پیر و مرشد اٹھو اُٹھئے میکدے کے در سے آپ

یہی وجہ ہے کہ خواجہ حافظ نے اگرچہ نہایت آزادی کے ساتھ واعظون کی پردہ دری کی تاہم انکو اس جرم سے بالکل بری رکھا،

بادہ نوشی کہ درو ہیچ ریائے نبود
بہتر از زہد فروشی کہ درو روے و ریاست

ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست
نان حلال شیخ ز آب حرام ما

می خور کہ صد گناہ ز اغیار در حجاب
بہتر ز طاعتے کہ بروے و ریا کنند

مَے خور کہ شیخ و حافظ و قاضی و محتسب
چون نیک بنگری ہمہ تزویر می کنند

خود داغ بھی ایک موقع پر فرماتے ہین،

لطف مے تجھسے کیا کہون زاہد
ارے کمبخت تونے پی ہی نہین

اور اگر اسکے متعلق کچھ کہا بھی جائے تو اسکا انداز یہ ہونا چاہیئے۔

رکھا واعظ نے جام بادہ کف پر
بحمد اللہ کُھلا عقد انامل (میر)

[۱] بشرطیکہ تصوف کے رنگ مین میخانہ سے حال و قال کی مجلس مراد نہ لیجائے،

دیکھنا پیرمغان حضرت واعظ تو نہین
کوئی بیٹھا نظر آتا ہی لیس خم مجھکو (داغ)

کہان میخانہ کا دروازہ غالب اور کہان واعظ
پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

اصلی چیز واعظون کے اخلاقی معائب ہین، لیکن سودا نے انکے متعلق کچھ نہین کہا، میر صاحب صرف اتنا کہکے رہ گئے،

سب خوبیان ہین شیخ مشیخت پناہ مین
پر ایک حیلہ سازی ہے اس بارگاہ مین

ناسخ صرف اسقدر کہکے چپ ہو گئے،

اہل تزویر سے اسدرجہ ہی نفرت مجھکو
کہ مجھے قافیہ زور سے کچھ کام نہین

زاہدون مین ایک سخت عیب یہ ہوتا ہے کہ باوجود دعوی زہد وقناعت نہایت حریص ہوتے ہین لیکن اسکے متعلق ناسخ کا صرف ایک شعر مل سکتا ہے،

حرص سے زاہد یہ کہتا ہی جو گرجائینگے دانت
کیا کشادہ پھر رزق اپنا دہان ہوجائیگا

لیکن اس کہنے سے بہتر یہی تہا کہ کچھ نہ کہا جاتا،

متاخرین شعراے دہلی نے بھی اگرچہ علما و واعظین کے معائب تفصیل کے ساتھ نہین کہولے تاہم انھون نے جو کچھ کہا کسیقدر لطیف انداز مین کہا، مثلاً اسی حرص و آز کے مضمون کو شیفتہ نے اس انداز مین لکھا ہے،

کیا میکدون مین ہی کہ مدارس مین وہ نہین
البتہ ایک وان دل بے مدعا نہ تہا

زاہدون مین عوام کی عقیدتمندی سے جو عجب وغرور پیدا ہوجاتا ہے اسکا الزام شیفتہ نے اس لطیف پیرایہ مین لگایا۔

کچھ نشۂ مے سے نہین کم نشۂ نخوت
تقوی مین بھی صہبا کا اٹھاتے ہین مزا ہم

واعظون مین جو یہ ضعف ایمان پایا جاتا ہے کہ عوام کو ہر قسم کی سرزنش کرتے ہین، لیکن امراء وسلاطین کے ٹوکنے کی ہمت نہین ہوتی، اسپر مومن خان نے نہایت متین لہجہ مین تنبیہ کی،

محتسب یہ ستم غریبون پر
کبھی تنبیہ بادشاہ نہ کی

(۲) سب سے ضروری نکتہ جسکو ہمارے اکثر شعراء نے نظرانداز کردیا یہ تہا کہ واعظ کی مختلف حیثیتون مین سے صرف ایک حیثیت کو لیلیا، اور دوسری حیثیتون کو بالکل چھوڑ دیا، شلاً واعظ کا تعلق جہانتک اخلاق و مذہب سے ہے، وہ رندون اور ہوسناکون کا مخالف ہے، لیکن عبادت طریقۂ عبادت اور مقاصد عبادت کے لحاظ سے وہ صوفیون کا حریف ہے، اسی طرح حشر ونشر، عذاب وثواب جنت و دوزخ، حدوث مادہ، اور حدوث عالم کے معترف ہونے کی حیثیت سے وہ ایک حکیم کا مد مقابل ہے لیکن ہمارے شعراء نے صرف اسکی پہلی حیثیت کو لیا ہے، اور اخلاقی حیثیت سے اسکو برا بھلا سب کچھ کہا ہے، لیکن تصوف اور حکمت کے اصول کے لحاظ سے اسپر کسی قسم کی نکتہ چینی نہین کی، خواجہ میر درد بے شبہہ اس سے مستثنیٰ ہین کہ انھون نے تصوف کے لب ولہجہ مین بھی زاہد سے خطاب کیا ہے، مثلاً فرماتے ہین،

شیخ کعبہ ہو کے پہنچا ہم کنشت دل مین ہو
درد منزل ایک تھی ٹک راہ ہی کا پھیر تہا

ڈھونڈتے ہین آپ سے اسکو پرے
شیخ صاحب چھوڑ گھر باہر چلے

زاہد اشرک خفی کی بھی خبر ٹک لینا
ساتھ ہر دانۂ تسبیح کے زنار بھی ہے

غالب نے بھی ایک شعر مین ایک صوفی کی زبان سے یہ چوٹ کی ہے کہ زاہدون کی عبادت کا محرک جنت کی طمع خام کے سوا کچھ نہین، حالانکہ عبادت سے ذات خدا یا کم ازکم خود عبادت ہی مقصود ہونی چاہیئے۔

کیا زاہد کو مانون کہ نہ ہو گرچہ ریائی
پاداش عمل کی طمع خام بہت ہے

تاہم ایک حکیم کی زبان سے غالب جیسے فلسفی نے بھی زاہد پر کوئی نکتہ چینی نہین کی، پھر دوسرے شعراء سے کیا توقع ہوسکتی ہے، لیکن موجودہ زمانہ مین شاعری نے جو نیا قالب بدلا اس نے یہ تمام

کی پوری کردی، واعظون اور زاہدون کی چال ڈہال، وضع قطع اور صورت وشکل پر جو پہبتیان کی جاتی ہین وہ بالکل موقوف ہوگئین، اور اسکے بجاے مروجہ زہد و ورع کی حقیقت کی طرف شعراء نے توجہ کی، مثلاً اکثر لوگون کو جب دنیوی حیثیت سے کامیابی نہین ہوتی، مال و دولت نہین ملتا، اور امراء وسلاطین کے دربار مین رسائی نہین ہوتی تو مجبوراً زہد پیشہ بنجاتے ہین، حالانکہ یہ زہد نہین بلکہ مجبوری اور قسمت کی نارسائی ہے، اس نکتہ کو مولوی اسمعیل نے ان اشعار مین ادا کیا،

کی ہے زاہد نے آپ دنیا ترک — یا مقدر مین اسکے تہی ہی نہین

پارسا بن گر نہین رندون مین بار — کچھ تو بیکاری مین کرنا چاہیے

واعظون کی عام حالت یہ ہے کہ وہ وعظ و پند مین وقت، حالات، اور اشخاص کے اختلاف حیثیات کا لحاظ نہین رکھتے، انکی ایک رٹی ہوئی تقریر ہوتی ہے، چند جامد خیالات ہوتے ہین، چند فرسودہ الفاظ ازبر کرلیتے ہین اور ہر موقع پر انہی کا اعادہ کرتے رہتے ہین، اسلئے انکا وعظ و پند مقتضاے حال کے خلاف اور غیر موثر ہوتا ہے، مولوی اسمعیل نے اس شعر مین اسکی شکایت کی ہے،

اب تو چرچے جا بجا ہونے لگے — واعظون کی بانگ بے ہنگام کے

لیکن اب بھی زاہدانہ زندگی کے سیکڑون پہلو رہ گئے تھے جنکو مولانا حالی نے نہایت تفصیل کے ساتھ نمایان کیا اور صوفیانہ، حکیمانہ اور رندانہ ہر حیثیت سے واعظون پر نہایت لطیف انداز مین نکتہ چینیان کین، مثلاً،

(۱) واعظون کے معتقد صرف عوام ہوتے ہین، عقلاء نہین ہوتے، اسلئے انکا اثر قابل اعتبار نہین،

عاقل ہین شہر مین کم ناداں بہت ہین واعظ — ہے مصلحت کہ اکثر بھرتے ہین دم تمہارا

(۲) واعظون کی عام عادت یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہین اسکو خود نہین کرتے، اس خیال کو مولانا حالی نے اس لطیف انداز سے ظاہر کیا ہے کہ خود واعظ پر بھی گران نہین گذرتا -

کہے اگر کوئی تمکو واعظ کہ کہتے کچھ اور کرتے کچھ ہو — زمانہ کی خو ہے نکتہ چینی کچھ اسکی پروا نہ کیجیگا

(۳) جب انسان مستمر طور پر زاہدانہ زندگی بسر کرنے لگتا ہے تو اسکے تمام جذبات افسردہ ہوجاتے ہین اسلئے خود اسکے اندر کوئی چیز ایسی نہین رہجاتی جو موجب نشاط ہو، اس زمانہ مین جدید و قدیم دونون گروہ قومی تحریکات مین حصہ لے رہے ہین، لیکن دونون کے جوش عمل سے جذبات کے اس موجز کا اندازہ ہوسکتا ہے، اسی خیال کو مولانا حالی نے اس شعر مین ظاہر کیا ہے،

لگاؤ تم مین نہ لاگ زاہد، نہ درد الفت کی آگ زاہد — پھر اور کیا کیجیگا آخر جو ترک دنیا نہ کیجیگا

(۴) واعظون کے دلائل جو منطق و علم کلام سے ماخوذ ہوتے ہین، اگرچہ انسان کو مرعوب کردیتے ہین لیکن ان سے حقیقی تشفی نہین ہوتی،

واعظ کی حجتون سے قائل تو ہوگئے ہم — کوئی جواب شافی پر اس سے بن نہ آیا

(۵) بہت سے مہذب لوگ واعظون کی بات کو دل سے تو نہین مانتے لیکن ادب و احترام سے اسکا انکار بھی نہین کرتے،

مان لیجے شیخ جو دعوی کرے — اک بزرگ دین کو ہم جھٹلائین کیا

(۶) بہت سے لوگ زاہدانہ لباس مین عیاریان کرتے ہین، اور لوگ انکی صورت شکل اور وضع قطع سے دہوکا کہا جاتے ہین،

لوگ کیون شیخ کو کہتے ہین کہ عیار ہے وہ — اسکی صورت سے تو ایسا نہین پایا جاتا

(۷) واعظ چونکہ ہمیشہ لوگون کو دوزخ سے ڈرایا کرتا ہے، اسلئے لوگ دوزخ سے تو کم لیکن خود واعظ سے زیادہ ڈرتے ہین،

واعظو آتش دوزخ سے جہان کو تم نے — یہ ڈرایا ہے کہ خود بنگئے ڈر کی صورت

(۸) زاہد کے زہد و قناعت کا تمامتر دار و مدار اس پر ہے کہ اس نے دولت کی شکل ہی نہین دیکھی -

کیا خبر زاہد قانع کو کہ کیا چیز ہے حرص اس نے دیکھی ہی نہین کیسہ زر کی صورت

(۹) جب خود واعظون کا کوئی عیب کھل جاتا ہے تو لوگون کو اس شد و مد سے ملامت نہین کرتے،

بات واعظ کی کوئی بگڑی گئی ان دنون کمتر ہے کچھ ہم پر تنہاڑ

(۱۰) بہت سے واعظون مین علم و عمل کچھ نہین ہوتا، لیکن ہدایت و ارشاد کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے،

گھر مین برکت ہی مگر فیض ہی جاری شب و روز کچھ سہی شیخ مگر ہے بخدا ایک ہی شخص

(۱۱) جب واعظون کے بہت سے مرید ہوجاتے ہین تو وہ ضروریات زندگی سے بے نیاز ہوکر دنیا کی طرف سے آنکھین بند کرلیتے ہین، حالانکہ قناعت اسکا نام نہین،

کرچکا جب شیخ تسخیر قلوب اب اسے دنیا کے دون سے کیا غرض

(۱۲) انسان جس چیز سے بھاگتا ہے وہ اس سے دوڑ دوڑ کر اور لپٹتی ہے، زاہدون کی بے نیازی صرف اسلئے ہے کہ مال و دولت اور بھی زیادہ حاصل ہو، اِسلئے

شیخ کی تھی یہ آخری تلقین چاہیئے زر تو اس سے کر اعراض

(۱۳) اگر رند شراب پیتا ہے تو زاہد بھی ناجائز طریقون سے لوگون کا مال کھاتا ہے اس لئے ایک رند کہہ سکتا ہے،

تو بھی کھانے مین نہین محتاط شیخ ہم کرین پینے مین پھر کیون احتیاط

(۱۴) زاہدون کا برتاؤ دوست و دشمن سے مختلف ہوتا ہی وہ مخالف کی جس چیز پر سختی سے دار و گیر کرتے ہین، موافق کے لئے اسکو کسی نہ کسی طرح جائز قرار دیتے ہین، اِسلئے

نکل آئیگی میکشی کی بھی حلت کوئی مل گیا گر ہمین یار واعظ

(۱۵) بہت سے واعظون کی خوش بیانی غریبون کو تباہ کردیتی ہی اور انکو اسکا کچھ درد نہین ہوتا،

نہ چھوڑیگا زیور گھرون مین نہ زر تو یہی ہے اگر حسن گفتار واعظ

(۱۶) ہمارے علما جن لوگون کی تکفیر کردیتے ہین، اگر کوئی شخص انکو مسلمان کہتا ہے تو وہ بھی کافر یا کم از کم گنہگار قرار دیا جاتا ہے،

مسلمان نہ ہم کاش حالی کو کہتے ہوئے بات کہکر گنہگار واعظ

(۱۷) واعظ و زہاد، عموماً نہایت تندخو، غلیظ القلب اور سخت کلام ہوتے ہین،

ہم نہ تھے آگاہ واعظ زشت خوئی سے تری آدمی تجھکو سمجھکر پاس آ بیٹھے تھے ہم

(۱۸) اسلام نہایت سادہ اور آسان مذہب ہے، لیکن واعظون نے اسکو نہایت پیچدار بنا دیا ہے

دی ہے واعظ نے کن آداب کی تکلیف نہ پوچھ ایسے اُلجھاؤ ترے کاکل پیچان مین نہین

(۱۹) واعظ کو مجلس وعظ مین اُسی وقت جوش آتا ہے جب کچھ ملنے کی توقع ہوتی ہے،

ہے افسردہ مجلس کی خست سے واعظ وہ گرمائیگا یہ بھیجینگے جب کچھ

(۲۰) زاہدون کو جب کچھ نہین ملتا تو پارسا بنجاتے ہین،

رکا ہاتھ جب بن گئے پارسا تم نہین پارسائی ہے یہ نارسائی

(۲۱) واعظین ذرا ذرا سی بات پر لوگون کو دوزخی قرار دیتے ہین،

چھیڑ کر واعظ کو خالی خلد ہے بستر اکیون اپنا پھنکواتے ہین آپ

(۲۲) بہت سے لوگ نیکخو اور پاکباز ہوتے ہین، تاہم چونکہ وہ رندون کی سوسائٹی سے اجتناب نہین کرتے، اسلئے واعظ انکو بھی مجرم قرار دیتا ہے، حالانکہ یہ سوء ظن ہے جو شریعت مین جائز نہین،

شیخ رندون مین بھی ہین کچھ پاکباز سب کو ملزم تو نے ٹھرایا عبث

(۲۳) کبھی کبھی رند بھی عبادت گذاری کی غرض سے مسجد مین آجاتے ہین، اِسلئے اگر واعظ ان لوگون کے ساتھ رفق و ملاطفت کا برتاؤ کرتا تو ممکن تھا کہ وہ رفتہ رفتہ اس سے بھی زیادہ مذہب کی طرف مائل ہوتے، لیکن وہ بجائے اسکے ان پر لعن طعن کرتا ہے اسلئے وہ گاہے گاہے کا آنا بھی چھوڑ دیتے ہین،

آ نکلتے تھے کبھی مسجد مین ہم — تونے زاہد ہمکو شرمایا عبث

(۲۴) واعظ و زاہد جس قوم کی اصلاح کرنا چاہتے ہین، اس سے بالکل الگ تھلگ رہتے ہین حالانکہ اصلاح کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ انکے ساتھ موانست و یگانگی پیدا کیجائے،

خبر بھی ہے تمھین کیا؟ بن رہی ہی بیڑے پر — ہین آپ جون سے بڑکے ناخدا اے شیخ
وہ ڈوبتون سے الگ رہتے ہین جو ہین تیراک — شناوری کا بھی گر ہے، مرحبا اے شیخ
گوزن و گور ہین بچپن سے تارک دنیا — نہایت اُپکی ہے، انکی ابتدا اے شیخ

(۲۵) زاہد کا مذہبی اثر اسکو فکر دنیا سے بے نیاز کر دیتا ہے، اسلئے اسکا یہ زہد و قناعت صرف اسلئے ہے کہ اسکو دنیا کی ضرورت ہی نہین،

جال جبتک ہی یہ پھیلا ہوا دینداری کا — فکر دنیا کا کرے، تیری بلا اے زاہد

(۲۶) واعظ و زاہد اپنے مذہبی اثر سے جو دنیوی فائدے اُٹھاتے ہین، انکو دیکھکر بہت سے عیار لوگ زاہدون کی وضع و قطع مین دنیا کمانے کے لئے نمایان ہوتے ہین، اسلئے ہوشیار لوگ صرف واعظون کی شکل و صورت ہی دیکھکر بدگمان ہوجاتے ہین،

ہین اور بھی تجھسے کرتے ہین بدظن — یہ جبہ، یہ ریش، اور یہ دستار و عظ

(۲۷) واعظ اور زاہد مذہبی حیلون سے اپنے عیوب کو بھی ہنر کی صورت مین نمایان کرتے ہین،

عیب یہ ہے کہ کرو عیب، ہنر دکھلاؤ — ورنہ یان عیب تو سب فرد بشر کرتی ہین

(۲۸) زاہد، واعظ، اور انکے معتقد عقل و حکمت سے بالکل ناآشنا ہوتے ہین، اسلئے انکو فلسفیانہ گفتگو سے نفرت ہوتی ہے،

عقل کی بات کوئی ہمنے کہی ہے شاید — جتنی جتنے ہین سب ہمسے حذر کرتے ہین

(۲۹) حکمار کے نزدیک جنت کوئی چیز نہین، صوفیہ اگرچہ جنت کے وجود کو تسلیم کرتے ہین لیکن

انکی عبادت کا وہ مقصد نہین، اسلئے ان لوگون پر جنت کی ترغیبات کا کوئی اثر نہین پڑتا، البتہ عوام چونکہ بچون کی طرح روحانی لذتون کو مادیات کے بغیر نہین سمجھ سکتے، اسلئے حکمار کے نزدیک قرآن نے آخرت مین جن مادی لذتون کا وعدہ کیا ہے، اسکا مقصد یہ ہے کہ معقولات کو محسوسات کے ذریعہ سے سمجھایا جائے، اس بنا پر واعظ جنت کی توصیف جن طریقون سے کرتا ہے اسکا اثر صرف عوام ہی پر پڑ سکتا ہے،

رہے وصفِ جنان کی مشق واعظ — تمھین بچون کو بہلانا پڑیگا

مولانا حالی سے پہلے ہمارے شعرار جو کچھ کہتے تھے وہ صرف قال تھا، حال نہ تھا، خواجہ حافظ خیام اور سعدی نے واعظون کی جو پردہ دری کی تھی وہ بالکل ایک واقعہ تھی، کیونکہ اس زمانہ مین اسلامی سلطنت قائم تھی، اور محکمۂ احتساب اسکا لازمی جزو تھا، اسلامی اثر سے واعظ و زاہد بھی اخلاقی حیثیت سے ہر قسم کی روک ٹوک کرسکتے تھے، لیکن اردو شعرار نے جو کچھ کہا وہ صرف فارسی شعرار کی نقالی تھی، اُردو شاعری کے عروج کے وقت ہندوستان مین نہ محکمۂ احتساب قائم تھا، نہ باضابطہ طور پر قوم کی اخلاقی نگرانی کیجاسکتی تھی، اسلئے ان پر خود اسکا کوئی اثر نہین پڑسکتا تھا، مولانا حالی بھی اگرچہ اسی زمانہ مین تھے تاہم سرسید کی پارٹی پر ہر طرف سے علما کی جو یورش ہوتی رہتی تھی اس سے وہ لازمی طور پر متاثر ہوتے تھے، یہی اثر ہے جسکی بنا پر انھون نے وہی فرض ادا کیا جو ان سے بہت پہلے خواجہ حافظ اور خیام ادا کرچکے تھے۔

———

ہندوستان کی گذشتہ اسلامی تعلیم گاہین

(۵)

گذشتہ اشاعتون مین اسلامی مدارس ہند کی تاریخی تفصیلات گذر چکین یہ نمبر اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے، لیکن ابھی رسالہ ختم نہین ہوا، بلکہ قدیم نصاب عربی، طریقۂ تعلیم تقسیم جماعات، فارسی علوم و فنون اور فارسی نصاب تعلیم وغیرہ کے چند مباحث باقی ہین، چونکہ یہ پورا سلسلہ مزید بسط و استدراک کے ساتھ ایک مستقل رسالہ کی صورت مین شائع کیا جائے گا، اسلئے اب معارف مین آئندہ اشاعت کی ضرورت نہین معلوم ہوتی،

اشاعت تعلیم کے دیگر ذرائع

اب تک مین نے جو کچھ لکھا ہے اس کو مخصوص و مشہور مدرسون کی ایک تاریخی فہرست سمجھنا چاہئے جس مین مدارس کے نام، بانی، مقامات اور دوسرے جزدی امور کی تشریح و توضیح بھی ضمنی طور پر آگئی ہے لیکن مسلمان بادشاہون نے ہندوستان مین اشاعت تعلیم کے لئے اور جو ذرائع اختیار کئے ان کی نسبت ابھی کچھ لکھنا باقی رہ گیا ہے،

اشاعت تعلیم کی جو صورتین اختیار کی جاسکتی ہین انہین مقدم مدارس کی تاسیس و بنا ہے یعنی ملک کے ہر چہار جانب مرکزی مقامات مین متعدد مدارس قائم کئے جائین جہان ملک کا ہر طبقہ ہر گروہ تعلیم حاصل کر سکے اس سلسلہ مین جو کچھ مسلمان بادشاہون نے کارنامے انجام دئے انکی کسیقدر تفصیل اوپر گذر چکی ہے اور ہر شخص بیک نظر دیکھ سکتا ہے کہ ہندوستان کے ہر صوبہ کے

مرکزی اور مشہور مقامات مین مسلمان سلاطین و امرا نے مدارس و مکاتب قایم کئے جن مین سے اکثر کے باقیماندہ آثار اب تک اپنی گذشتہ عظمت و شوکت کی یاد تازہ کر رہے ہین،

آج اشاعت تعلیم کے جتنے طریقے اختیار کئے جا رہے ہین ان مین بکثرت ابتدائی، ثانوی، متوسط اور اعلےٰ تعلیم کے مدارس و مکاتب کا قیام اور اخراجات تعلیم کی تخفیف و تقلیل موثر طریقے سمجھے جا رہے ہین لیکن عامۃ الناس کا ان طریقون سے مستفید ہونا اسپر موقوف ہے کہ اس زمانہ مین وسائل سفر سہل ہو گئے ہین ہر شخص بآسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ ایک سمت سے دوسری سمت بہت قلیل مدت مین آجا سکتا ہے بخلاف اسکے قدیم زمانے مین جبکہ وسائل سفر محدود اور قلیل تھے تو اس زمانہ مین ترویج علوم و اشاعت تعلیم عامہ کا کیا ذریعہ اختیار کیا جا سکتا تھا حقیقت یہ ہے کہ اس بارے مین مسلمان بادشاہون نے جو طریق عمل اختیار کیا وہ بیحد قابل داد ہے اور بے ساختہ انکے حقیقی مساعی جمیلہ و خدمت رفاہ عام کی تحسین و آفرین کرنا پڑتی ہے،

اس مشکل کو حل کرنے کے لئے مسلمان بادشاہون نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ملک مین جہان جہان علما اور معلمین رہتے تھے انکے لئے خزانہ شاہی سے وظائف مقرر کر دئے، جنکے عوض وہ اپنے اپنے مقامات پر فارغ البالی کے ساتھ بغیر کسی معاوضہ و اجرت کے مشغول درس و تدریس رہتے تھے طلبا و متعلمین کے لئے اوقاف کی مدین عام تھین جنسے انکے مصارف ذاتی و تعلیمی پورے کئے جاتے تھے علما و معلمین کے ان وظائف کو قدیم تاریخی اصطلاح مین مدد معاش کہتے تھے، اس طریقہ کے باعث تعلیم مفت اور عام، نیز اس زمانہ کی حالت کے لحاظ سے بہت سہل الحصول ہو گئی تھی،

اس مدد معاش کی رقم مین ہندو مسلمان کی کچھ تفریق نہ تھی بلکہ دونون قومون کے مذہبی اشخاص کے لئے یہ رقمین مقرر ہوتی تھین، قدیم زمانے مین مسلمانون کے عالم مذہبی رہنما اور تعلیمی اشخاص تھے اسی طرح ہندون مین پنڈت، یا گوسائین، انکے مذہبی رہنما اور معلم یا گرو ہوتے تھے، اس لئے

اس سلسلہ مین جتنے وظایف تھے وہ مذہبی خدام و معلمین اور گردون کی اعانت اور عوام الناس کی تعلیمی و مذہبی کفالت کی حیثیت رکھتے تھے، آج تک اس مدد معاش کے فرامین ہندو مسلمانون کے اکثر خاندانون مین موجود ہین، انکا جمع و استقصا اس موقع پر ممکن نہین، البتہ ہندوستان کے تاریخ نویس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ اس قسم کے تمام منتشر مواد تاریخی کو جمع کرے، تاکہ گذشتہ ہندوستان کی مکمل و جامع تاریخ مرتب ہوسکے،

شخصی تعلیم

اسکے بعد اب مین چند علما کی فہرست بحوالہ تاریخ پیش کرنا چاہتا ہون جس سے معلوم ہوگا کہ مسلمانون نے ہندوستان کی علمی و تعلیمی ترقی کے لئے جو کوششین کین ان مین حکومت اور اشخاص دونو کا حصہ ہے،

حکومت نے جتنی تعلیم گاہین قائم کین ان مین سے ایک معقول تعداد کی تفصیل جن کا پتہ مین کتب تاریخ سے چلاسکا اوپر گذرچکی تعلیم و مذہبی خدمات کے سلسلہ مین معلمین و خدام مذہب کے لئے جو رقم اعانت حکومت کی طرف سے ملتی تھی اجمالی طور پر اس کا حال بھی تم کو معلوم ہوچکا،

اب علما کی ایک مختصر سی حسب ذیل فہرست پر نظر ڈالو جو اپنے اپنے مقام پر علوم و فنون کی ترقی افراد قوم کی تعلیم و تہذیب پر اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ صرف کر گئے انمین کچھ تو ایسے علما ہین جنکو حکومت تعلیمی وظایف دیتی تھی لیکن اکثر وہ لوگ ہین جن کو کسی اعانت کی ضرورت نہ تھی ہر طرح فارغ البال تھے اور کار خیر و حب خدمت قوم کی بنا پر اپنی زندگی کا معقول حصہ عام لوگون کی تعلیم و فیض رسانی پر صرف کرتے تھے،

جن علما کی فہرست پیش کی جارہی ہے ان مین زیادہ تر ہمعصر اساتذہ وقت ہین یعنی

ان مین سے قریب قریب اکثر کا زمانہ متحد ہے اسلئے گویا یہ فہرست ایک ہی عہد کے علما کی ہے اب غور کرنا چاہئے کہ ایک عہد جب اتنے علما اس خدمت کو انجام دیتے تھے تو اس قیاس پر ابتدائے عہد اسلامی سے آخر تک کتنی مقدس ہستیان تھین جنھون نے اپنی زندگی ہندوستان کی علمی ترقیون کی نذر کردی ہوگی،

ایک کو چھوڑکر یہ تمام تفصیل صرف تاریخ بدایونی سے ماخوذ ہے، جس مین زیادہ تر عہد اکبری یا اسکے ماقبل قریب کے علما کا تذکرہ ہے اب غور کرو جب اکبر جیسے بادشاہ کے عہد مین جو درحقیقت تعلیمی دور نہ تھا مدرسین کی اتنی بڑی جمعیت موجود تھی تو ان بادشاہونکے عہد حکومت کا کیا کہنا جن کا عہد درحقیقت ایک تعلیمی و علمی عہد تھا بدایونی لکھتا ہے،

شیخ سعد اللہ بنی اسرائیل۔ از ارشد تلامذہ شیخ اسحاق کاکو ست در علین نحا س درس میگفت تصانیف بسیار مفید و عالی نوشتہ از انجملہ شرحے بر جواہر القرآن امام غزالی نوشت،

شیخ عبد اللہ بدایونی۔ نعمت علم از اکثر مقتدیان روزگار خویش یافت خصوصاً از میان شیخ لادن دہلوی و میر سید جلال بدایونی کہ بعد از وفات مرحوم قایم مقام او شدہ سالہا در بدایون درس و افادہ فرمود۔

میان حاتم سنبہلی۔ شاگرد میان عزیز اللہ طلنبی درین قرن مثل او من حیث الجامعیۃ عالمے جامع المنقول والمعقول نگذشتہ خصوصاً در کلام و اصول و فقہ و عربیت میگفتند کہ قریب بچہل مرتبہ شرح مفتاح و مطول را از بار بسم اللہ تا تا تمت درس گفتہ،

میان جمال خان مفتی دہلی۔ در علوم عقلیہ و نقلیہ خصوصاً فقہ و کلام و عربیت، و تفسیر بے نظیر بود بر شرحین مفتاح محاکمہ کردہ و عضدی را کہ کتاب منتہیانہ است میگویند کہ چہل مرتبہ از اول تا آخر درس گفتہ و ہمیشہ درس گفتے و افادہ علوم دینی فرمودے،

شیخ جلال الدین تھانیسری۔ خلیفہ شیخ عبد القدوس گنگوہی جا مع علوم ظاہری و باطنی بود بافاضہ علوم دینیہ ونشر معارف یقینیہ اشتغال داشت،

شیخ عزیز اللہ در علوم ظاہری ہم کامل ومکمل بود وتفسیر عرائس وعوارف وفصوص الحکم وشرح وش را بتلامذہ درس گفتے،

شیخ بھیکن کاکوری سالہا بدرس وافادہ خلایق اشتغال داشت حافظ کلام مجید بہ ہفت قرات بود وشاطبی را درس می گفت،

شیخ الہدیہ خیرآبادی۔ از علماے متبحر بود در ابتداے احوال سالہا بدرس وافادہٗ گذرانیدہ وآنقدر مشغولی بہ علوم ظاہری نمود کہ بسیار دانشمندان صاحب کمال از دو وارث ماندہ،

شیخ عبد الغفور اعظم پوری (سنبھلی) در اکثر اوقات خویش درس علوم دین فرمودی،

میان وجیہ الدین احمد آبادی۔ دائم بدرس علوم دینی اشتغال داشت وقدرت بر جمیع علوم عقلی ونقلی بمرتبہٗ بود کہ کم کتاب درس از صرف ہوائی تا قانون شفا وشرح مفتاح وعضدی باشد کہ او را درس نگفتہ،

شیخ اسحاق کاکو لاہوری۔ او استاد اکثر علماے مشہور لاہور است مثل شیخ سعد اللہ وشیخ منور وغیر الشان در زمان جوانی بیشتر مایل وراغب بشکار بود چنانچہ ہرگاہ از درس فارغ می شد باز وجرہ وامثال آن را گرفتہ بصید میرفت،

مصنف مآثر عالمگیری وقایع ۱۱۰۶ھ کے سلسلہ مین لکھتا ہے

ملا ابو القاسم بشرط تدریس روضہ والدہ شاہ عالی جاہ دیگر وبیہ لومیہ داشت،

تاریخ فرشتہ ذکر شاہ حسین ثانی بادشاہ ملتان مین لکھتا ہے کہ ایک اندرونی فتنہ وبغاوت کے موقع پر مولینا سعد اللہ لاہوری اپنے گھر کی حالت بیان کرتے ہین،

چون حصار سنجر لشکر ارغونیہ شد جمیع بخانۂ من در آمدند اولاً پدر مرا کہ مولینا ابراہیم جامع نام داشت وشصت وپنج سال بر مسند افادہ قرار گرفتہ اقسام علوم درس گفتہ بود ودر آخر عمر بار ساشدہ بود دیہ بند بر دند واز صفاے منازل ونزاہت عمارات گمانی زرداری بردہ شروع در اہانت کردند، (ج دوم صفحہ ۳۳۱)

شیخ نظام الدین قدس سرہ العزیز کے حالات مین فرشتہ لکھتا ہے،

غیاث الدین بلبن کے زمانہ مین خواجہ شمس الدین خوارزمی استاد شیخ رحمۃ اللہ علیہ دہلی آئے بادشاہ نے شمس الملک کا خطاب دیا اور آخر مین منصب وزارت سے بھی سرفراز کیا،

اسکے بعد لکھتا ہے،

وقبل از آنکہ وزیر شود بدرس اشتغال داشت پس شیخ او را دیدہ در سلک تلامذہ اش منتظم گشت واو حجرۂ می داشت کہ خاصہ براے مطالعہ اش بود وشاگردان صاحب استعداد سہ کس بودند کہ در آن حجرہ درس میخواندند وباقی شاگردان را درصفہ درس می گفت، (ج دوم ص ۴۹۱)

ان تفصیلات سے معلوم ہوا ہوگا کہ مسلمانون نے سرکاری وغیر کاری طریقہ پر ہندوستان کی علمی وتعلیمی ترقی کے لئے کیسی زبردست کوششین کی ہین،

ہندوستان مین اطراف وجوانب سے علما کی آمد اور اشاعت تعلیم

اسلامی فتوحات کا سیلاب جب ہندوستان کی طرف بڑھا تو اس لشکر کے پیچھے پیچھے ارباب علم وفن کا جم غفیر بھی اس ملک مین داخل ہوا جسنے یہان کی زمین کو آسمان تک پہنچا دیا، دہلی جب فتح ہوئی تو ایک طرف دربار حکومت سجایا گیا اور دوسری طرف بزم علم وفن منعقد کیگئی

مسلمان بادشاہون کی علم پرستی وقدر دانی کے باعث اطراف واکناف عالم کے علما سمٹ کر دہلی مین اقامت گزین ہوے،

غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت مین شمس الدین خوارزمی، برہان الدین بلخی، نجم الدین دمشقی، شمس الدین قوشجی، کمال الدین زاہد، اور برہان الدین بزاز جیسے بیسون ارباب فضل جمع تھے، جنکے وجود سے دہلی رشک شیراز وبغداد ہو رہی تھی،

محمد شاہ تغلق کے عہد مین قاضی عبدالمقتدر، شیخ احمد تھانیسری، معین الدین عمرانی اور مولانا خواجگی جیسے اہل فن موجود تھے،

علاء الدین خلجی کے عہد حکومت مین خاص دار السلطنت دہلی کے متعلق ضیاء برنی اپنی کتاب تاریخ فیروز شاہی مین لکھتا ہے،

"کہ چہل وشش علماے فحول وبے نظیر در دار السلطنت دہلی بودند"

ان علماے کرام مین سے چند ممتاز ترین وسر برآوردہ اصحاب کے اسماے گرامی حسب ذیل ہین،

مولانا فخر الدین ناقلہ، قاضی شرف الدین سربائی، مولانا نصیر الدین غنی، مولانا تاج الدین مقدم، مولانا ظہیر الدین لنگ، مولانا علاء الدین صدر الشریعہ، مولانا نظام الدین کلاہی، مولانا کریم الدین جوہری وغیرہم،

سلطان سکندر لودی کے عہد حکومت مین دو بڑے عالم جو معقولات کا سرچشمہ تھے، ملتان سے دہلی وسنبل تشریف لائے، جنھون نے منطق وعلم کلام کو اس دیار مین بہت زیادہ ترقی دی، بدایونی لکھتا ہے،

"واز جملہ علماے کبار عہد سکندری شیخ عبد اللہ طلنبی در دہلی ومولانا عزیز اللہ در سنبل بودند، واین ہر دو عزیزان در ہنگام خرابی ملتان بہندوستان آمدہ علم معقول را دران دیار رواج دادند، وقبل ازین بغیر از شرح شمسیہ وشرح صحائف از علم منطق وکلام در ہند شایع نبود"

شیخ عبد اللہ کی درسگاہ مین خود سلطان سکندر شریک ہوتا تھا اور اس خیال سے کہ اُس کے

جانے سے درس کا سلسلہ رک نہ جاے وہ چھپکر مدرسہ سے متصل گوشۂ مسجد مین بیٹھ جاتا تھا، جہان سے وہ مولانا کی پوری تقریر سنتا تھا اور فیض اٹھاتا تھا،

اکبر کے زمانہ مین شاہ فتح اللہ شیرازی آئے، جنھون نے عضد الملک کا خطاب پایا، عضد الملک عالم جید اور علم پرست شخص تھا، اسی زمانہ مین حکیم شمس الدین اور اُنکے بھانجے حکیم علی گیلانی نے فن طب کو بہت فروغ دیا، شیخ عبد الحق محدث دہلوی بھی اسی عہد مین فن حدیث کی ترویج واشاعت کے لئے کوشان تھے،

شاہجہان وعالمگیر کے عہد مین میر زاہد اُٹھے اور اُنکی قابلانہ موشگافیون نے پایۂ علم وفن کو بلند تر کیا، انہی بزرگ کے سلسلہ مین قاضی مبارک اور شاہ ولی اللہ صاحب کا مشہور خاندان بھی ہے، جسمین شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبد القادر، مولوی عبد الحی، شاہ محمد اسمعیل، مولوی محمد اسحاق، مولوی رشید الدین، مفتی صدر الدین خان وغیرہ جیسے مشہور مدرسین وعلما تھے،

گجرات مین شیخ طاہر فتنی صاحب مجمع البحار، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی، ملا نور الدین وغیرہ نے علوم وفنون کو ترقی دی، قاضی ضیاء الدین باشندہ نیوتنی نے گجرات پہنچکر شیخ وجیہ الدین کے فیض برکت سے فائدہ اٹھایا، ان سے شیخ جمال اور ان سے ملا لطف اللہ نے تعلیم حاصل کی، انکے تلامذہ مین ملا جیون صاحب نور الانوار، ملا علی اصغر، ملا محمد امان، قاضی علیم اللہ بہت مشہور ہوئے، اور ان مین سے ہر شخص صاحب سلسلۂ درس گذرا،

لاہور کی علمی ترقی دہلی پر مقدم ہے، لیکن کچھ دنون کے لئے دہلی کے مقابلہ مین اسکا چراغ ٹمٹماتا رہا، آخر مین اسکو پھر ایک مرتبہ فروغ حاصل ہوا، جسکا سبب کمال الدین کشمیری، جمال الدین تلمہ، مفتی عبد السلام اور ملا عبد الحکیم سیالکوٹی جیسے نامور علماء کی ذات ہے، ان بزرگون کے فیض سے ہزارون تشنگان علم سیراب ہوئے،

جونپور مین سلاطین شرقیہ کی علم پرستی کے باعث شیخ ابو الفتح شہاب الدین دولت آبادی،

محمد افضل استاذ الملک، مولانا الہ داد، ملا محمود صاحب شمس بازغہ، مفتی عبد الباقی، اور دیوان عبدالرشید جیسے صاحب فضل وکمال پیدا ہوئے جنکا سلسلۂ فیض تمام ہندوستان مین پھیلا،

الہ آباد مین شیخ محب اللہ، قاضی یوسف، شیخ افضل، شاہ خوب اللہ، شیخ محمد طاہر، حاجی محمد فاخر زایر، مولوی برکت اللہ، اور مولوی جار اللہ جیسے فیروزگار فضلاء نے بزم درس وتدریس گرم رکھی، جس سے وہان تقریباً ایک صدی تک اچھی علمی رونق رہی،

لکھنؤ مین سب سے پہلے شیخ اعظم جونپور سے فیضیاب ہوکر آئے، اُنکے بعد شاہ پیر محمد نے مسند افادہ بچھایا، انکے شاگرد ملا غلام نقشبند نے سلسلۂ تعلیم کو بڑی وسعت دی،

ٹھیک اسی زمانہ مین شیخ قطب الدین کا جو مولانا عبد السلام دیوی اور محب اللہ الہ آبادی کے سلسلۂ تلامذہ مین ایک باکمال استاد تھے شہرہ ہوا، انکے فخر خاندان فرزند ملا نظام الدین نے علم و فن کے دریا بہا دیے، انکی بدولت لکھنؤ کو تعلیمی مرکزیت حاصل ہوگئی، جو نصاب درس انھون نے مرتب کیا اُسکو سارے ہندوستان نے قبول کیا، اس سلسلہ مین ملا حسن، بحر العلوم، ملا مبین، مولوی ولی اللہ، مفتی ظہور اللہ، مولوی نعیم اللہ، مولوی عبد الحکیم، مولوی عبد الحلیم مرحوم جیسے باکمال اساتذۂ عصر پیدا ہوئے اس خاندان کے تلامذہ مین قطب الدین گوپاموی، امان اللہ بنارسی، قطب الدین شمس آبادی، محب اللہ بہاری، مولوی حمد اللہ، مولوی فضل امام اور مولوی فضل حق وغیرہ نے ہندوستان کے مختلف گوشون مین علوم وفنون کی ترقی کے لئے بڑی کوششین کین، اور آج تک اُنکے گذشتہ مساعی کے جو کچھ نتائج باقی ہین اُنسے ہر شخص اُنکی عظمت کا تصور کرسکتا ہے،

ابو الحسنات ندوی

ہندوستان

کا

علمی فضل وکمال مسلمانون کی تاریخ مین

(از جناب مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین)

ہندوستان فلسفہ کا نہایت قدیم وطن ہے، اور اسمین علوم وفنون نے بہت فروغ پایا ہے لیکن چونکہ وہ عرب سے بہت دور تھا، اسلئے مسلمانون کو اسکی نسبت بہت کم واقفیت حاصل ہوئی چنانچہ علماے اسلام اس امر کا نہایت صفائی سے اعتراف کرتے ہین[1]،

قال ابن عدی ان الهند لهم علوم جليلة من علوم الفلسفة وانه وقع اليه ان العلم من بينهم وصل الى اليونانيين،	ابن عدی نے کہا ہے کہ ہندوؤن کے پاس علوم فلسفیہ کا بڑا ذخیرہ ہے، اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ یونان مین وہین سے علم گیا تھا،

ابو معشر نے کتاب الالوف مین لکھا ہے،

قد اعترف لها بالحكمة واقر بالتبريز فی فنون المعرفة كل الملل السالفة،	ہندوستان کی حکمت اور سبقت الی العلم کا دنیا کی تمام قدیم قومون نے اعتراف کیا ہے،

اخبار الحکماء مین ہے،

فكان الهند عند جميع الامم على مر الدهور معدن الحكمة وينبوع العدل والسياسة. ولبعد الهند من بلادنا قلت تآليفهم عندنا فلم يصل الينا الاطرف	تمام قومون مین ہندوستان، حکمت کا معدن اور عدل وسیاست کا سرچشمہ خیال کیا جاتا تھا اور ہمارے ملک سے دور ہونے کی بنا پر ہندوستان کی تالیفات

[1] ابن ابی اصیبعہ صفحہ ۹ جلد ۱،

من علومہم ولا سمعنا الا بالقلیل من علمائہم (صفحہ ۵)، ..... ہم تک بہت کم پہنچین سلئے یہ جو کچھ ہے انکے علم کا ایک حصہ ہے

لیکن جن لوگون نے ہندوستان کی علم و دانش کی تحقیق کی، اور زیادہ کاوش سے کام لیا انھون نے اس راے مین کسیقدر ترمیم کی ہے، چنانچہ علامہ ابوالفضل آئین اکبری مین تحریر فرماتے ہین، [۱]

ہر کیہ اعلمی و عملی و ناہما فراوان لیکن بر نمطے کہ حکمت یونان پیشتر از زمان معلم اول بودہ،

یعنی ان فرقون کے علوم اعمال، اور نام بہت سے ہین، لیکن بعینہ اسطرح جسطرح حکمت یونان، ارسطو سے پہلے تھی،

لیکن اس بے ترتیبی اور پراگندگی کے باوجود وہ ہندی حکماء کی موشگافیون کا بھی اقرار کرتے ہین اور ایک جگہ لکھتے ہین،

”در بحث قیاس و گذارش ہیئت بسا سخنان باریک گفتہ اند“ (آئین اکبری صفحہ ۸۹)

بہرحال اہل ہند کے فلسفہ مین جو مذاہب ہین وہ حسب ذیل ہین،

الٰہیات الٰہیات مین بیان ۹ اسکول ہین جنکو علامی ابوالفضل نے نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے، اور ہم اسی کا اقتباس کرتے ہین،

گوتم کے متبعین خدا کو شرک، جسم، اور دوسرے نقائص سے پاک سمجھتے ہین، لیکن اسکے مظہر کے قائل ہین، خدا کو ازلی، ابدی، اور قادرِ مطلق مانتے ہین، اور اسکی آٹھ (عرضی) صفات قرار دیتے ہین، گیان[۱] (دانش) اچھا[۲] (خواہش) پرتین[۳] (تدبیر و ترتیب) سنکھیا[۴] (مراتب اعداد) پرمان[۵] (مقدار) پرتھکتو[۶] (تشخیص و تمیز) سنجوگ (پیوستن) ببھاگ (جدا شدن) ان مین سے آخری چھ صفات کو قدیم مانتے ہین، اجزاء عالم مین بعض کو قدیم اور بعض کو حادث سمجھتے ہین، عالم کی ابتداء نہین لیکن انتہا مانتے ہین، دوزخ اور جنت کے قائل ہین، لیکن ان مین انسان کا خلود نہین مانتے، بلکہ تناسخ کے رو سے سزا پانے کے بعد آدمی جہنم سے نکل آتا ہے،

[۱] آئین اکبری صفحہ ۸۰ جلد ۳ -

جین کے معتقدین خدا کو خالق نہین سمجھتے، بلکہ اعمال کو سمجھتے ہین، یعنی آدمی کے جیسے اعمال ہونگے ویسا ہی اسکو جسم عطا ہوگا، پرمان (مقدار) کو خدا کی صفت نہین قرار دیتے، برہما، وشنو اور مہادیو کو خدا کا مظہر نہین مانتے، بلکہ یہ کہتے ہین کہ انسان نیک اعمال سے ان درجون کو حاصل کر سکتا ہے، آدمی کو مختار مانتے ہین، عالم کو قدیم کہتے ہین، یعنی نہ اسکا آغاز ہے نہ انجام، اجسام اجزاء صغار سے بنے ہین، جوہر فرد سے نہین بنے،

بیاس کے پیرو عالم مین صرف خدا کے وجود کو تسلیم کرتے ہین، دنیا و مافیہا، جنت و دوزخ اور ثواب و عقاب کو صرف ہست نما نیست مانتے ہین، انکے نزدیک عالم کوئی چیز نہین، جس طرح انسان خواب مین شادی و غم کے ہزارون مناظر دیکھتا ہے، اسی طرح اس عالم کی بیداری بھی ہے، وہ وجود، علم اور راحت کو خدا کی عین ذات قرار دیتے ہین، برہما کو خالق، وشنو کو پروردگار اور مہادیو کو فنا کرنے والا سمجھتے ہین، اور عالم کو فانی مانتے ہین،

کپل کے مقلدین خدا اور دانش کو ایک مانتے ہین، عالم اور نفس ناطقہ کو قدیم سمجھتے ہین، اور موت کو لازمۂ ہستی نہین سمجھتے،

پتنجل کے مریدین وجود اور دانش کو خدا کی عین ذات سمجھتے ہین،

جن کے معتقدین خدا کو خالق نہین کہتے بلکہ حسب ذیل پانچ چیزون کو کہتے ہین، نیت (انیروے علت) کال (زمان خاص) سبھاؤ (خاصیت علت) آتما (نفس ناطقہ) پورب کرت (نتیجہ خوب کرداری و تباہ کاری پیشین پیدائش) اجسام کو اجزاء لاتیجزیٰ سے مرکب مانتے ہین، عالم کو باعتبار اجزاء کے قدیم اور بلحاظ صورت کے حادث کہتے ہین، اوتار کا عقیدہ رکھتے ہین، لیکن اسطرح کہ آدمی نیک اعمال کرکے ویسا ہو سکتا ہے،

بدھ کی امت خدا کو مجسم اور خالق نہین مانتی، دنیا کو قدیم مانتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ سارا عالم

ایک وقت مین ہست اور دوسرے وقت مین نیست ہوتا رہتا ہے، نیک و بد کی جزا و سزا کے لئے جنت و دوزخ کی قائل ہے، دانش کو نفس ناطقہ کا عرض مانتی ہے، دوسری جماعت وجود عالم پر یقین نہین رکھتی، تیسری جماعت صرف دانش کا وجود تسلیم کرتی ہے، اور تمام عالم کو اسکی نیرنگی بتاتی ہے،

ناستک عناصر اربعہ کے باہر وجود نہین مانتے، خدا اور مجردات کا انکار کرتے ہین، آزادی کا نام بہشت اور محکومیت کا نام دوزخ رکھتے ہین،

حکیم کناد کے مقلدین گوتم سے بعض باتون مین اختلاف رکھتے ہین،

ہندوؤن کی بڑی جماعت خدا کو خالق مانتی ہے، بعض کال (زمان خاص) کو خالق کہتے ہین، اور بعضی سبھاؤ (خاصیت علت) اور پوربرکرت (نتیجہ خوب کرداری و تباہ کاری پیشین پیدائش) کو ہبوت کے سرے سے منکر ہین، اسکے بجاے اوتار مانتے ہین، لیکن انکی تعداد مین اختلاف کرتے ہین، اکثر فرقے ۱۰، اور بعض ۲۴ اوتار مانتے ہین، تناسخ کے تقریباً سب قائل ہین[1]۔

صابئہ ہنود عالم کو ازلی اور ایک علۃ العلل کا معلول سمجھتے ہین، کواکب کو عالم سفلی مین موثر مانتے ہین اور اُن پر قربانی چڑہاتے ہین[2]،

قدماء ہنود بہت سے دیوتا مانتے تھے جو حسب ذیل ہین، اگنی (یعنی آگ کا دیوتا) اندرا، (آسمان کا دیوتا) یاما (جنت کا بادشاہ اور مردون کا جج) یرونا (فلک اعظم) سوریا (آفتاب درخشان) وایو (ہوا) رودرا (سیاہ گرجنے والا بادل) اُشانہ (گلابی صبح)

طبیعیات بدھ کے نزدیک عناصر اربعہ کے اجزاء لا یتجزیٰ ہین، اور وہ حس بصر سے معلوم ہوتے ہین، دانش اور اشیاء کا وجود ہے، اور اشیاء حواس سے محسوس ہوتی ہین، دوسرے گروہ کے نزدیک اشیاء قیاس سے دریافت ہوتی ہین، ناستک کا مذہب ہے کہ علم حواس خمسہ کے باہر نہین، گوتم کے نزدیک

[1] آئین اکبری صفحہ ۴۸ تا ۱۳۳ جلد ۳ [2] طبقات الامم صفحہ ۱۸،

عناصر چار ہین لیکن ہوا سب کے اوپر ہے، (یہ اجزء نکڑہ یونانیون کے خلاف ہے) کپل کے ہان عنصری مخلوقات کی چھ قسمین ہین، جینیون کے ایک فرقہ کا عقیدہ ہے کہ زمین کے نہ بنہ سات طبقے ہین[1] آریہ بہٹ کہتا ہے کہ زمین کی ایک محوری حرکت روزمرہ ہوتی ہے[2]،

فلکیات ویدک زمانہ کے آرین ہندو اگرچہ تاریخ کے بہت ابتدائی زمانہ مین گذرے ہین تاہم علم الفلک کے متعلق اُنکے بعض عقاید کتابون مین منقول ہین، وہ بادل کی گرج کو اندرا (آسمان کے دیوتا) کی آواز، اور بجلی کی چمک کو اندرا کا برچھا سمجھتے تھے، اُن کا خیال تھا کہ پانی اسوقت برستا ہے جب اندرا اپنا برچھا سیاہ بادلون مین پیوست کر دیتا ہے، لیکن بعد مین جب تہذیب و تمدن کا دور آیا تو یہ جہل خیالات خود بخود معدوم ہو گئے،

علم الفلک اور نجوم کی تحقیقات کے لئے یہان بہت سے رصد خانے قائم تھے، جنکے خیالات قدیم دنیا مین وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، چنانچہ ان لوگون کے اس باب مین جو مذاہب تھے ان مین سے تین مذہب ہمکو معلوم ہین،

۱- برہمپت سدہانت: حکیم برہمگپت کا مذہب ہے، اور کلپ پر مبنی ہے، انکا خیال ہے کہ تمام سیارے اپنے اوجات اور جوزہرات کے ساتھ ایک ہی جگہ پر برج حمل کے پہلے حصہ مین پیدا ہوئے تھے لیکن جب ان مین حرکت پیدا ہوئی تو جدا ہو گئے، لیکن لاکھون اور کرورون برس کی گردش کے بعد وہ سب پھر اپنے مرکز پر جمع ہو جائین گے، اور اسوقت اس عالم کا نظام درہم برہم ہو جائیگا، اس نظام کے آغاز و انجام کے درمیانی حصہ کا نام کلپ ہے، جسکا زمانہ ۴ ارب ۳۲ کرور سال ہے۔

چونکہ اس مذہب کے نام کا ایک جزء سدہانت ہے اسلئے عرب اسکو سندہند کہتے ہین،

۲- آریہ بہٹ: اس مذہب نے حساب مذکور کو آسانی کے لئے چند ٹکڑون مین تقسیم کر لیا ہے

[1] آئین اکبری صفحہ ۱۵ تا ۹۸ جلد ۳، [2] تمدن ہند صفحہ ۳۹۶،

چنانچہ اسمین ۴ ارب ۳۲ کرور کے ہزاردین حصہ کو اصل حساب قرار دیاگیاہے، اس حصہ کا نام مہایگ یایگ ہے، عرب اس مذہب کو ارجہیر یا ازجیر کہتے ہین،

۳ - کہنڈکہدیک : ایک چھوٹی زیچ ہے جسکو حکیم برہمگپت نے سدہانت کے بعد تیار کیا ہے علامہ ابو ریحان بیرونی اسکے متعلق لکہتے ہین[۱]،

وصنعہ برہمگوپت بعد تالیف السندھند علی	یعنے اس مین سدہانت سے علیحدہ اصول
اصول مختلفة عن اصول هذا الكتاب	قائم کئے گئے ہین،

اسکو عرب ارکند کہتے ہین،

منازل قمر کے متعین کرنے کے ہندوستان مین دو طریقے تھے جسکو یہ لوگ نکشتر کہتے ہین (نکشتر کے اصلی معنی ستارہ کے ہین) پرانا طریقہ جو حضرت مسیح سے ہزار سال قبل رائج تہا یہ ہے کہ فلک بروج کے جنوبی اور شمالی جانب جو ۲۷ - ۲۸ ستارون کا جھنڈ ہے، انکے اختلاف بُعد سے یہ لوگ منازل قمر متعین کرتے تھے، دوسرا طریقہ حضرت مسیح سے کچھ پہلے کا ہے، جب یونانی علوم وفنون ہندوستان پہنچے تو ان لوگون نے فلک بروج کو مساوی طور پر ۲۷ منازل مین تقسیم کیا، اور اُن سے وہی کام لیا جو ۱۲ برجون سے لیتے تھے، اب یہ لوگ آفتاب، ماہتاب اور سیارون کے منازل اسی طریقے سے متعین کرتے تھے،

ان لوگون نے حساب کا ایک خاص طریقہ ایجاد کیا تہا، جسکے ذریعہ سے ابتداء کلپ سے لیکر زمانہ ماضی یا کسی خاص وقت تک کی تاریخ کا پتہ لگا لیتے تھے، اور قمری مہینون کو شمسی بنا دیتے تھے، یہ اہرگن کا مذہب کہلاتا ہے،

برہمگپت نے ایک سال کا حساب لگایا تو اسمین ۳۶۵ دن، ۶ گہنٹے ۱۲ منٹ اور ۹ سکنڈ نکلے[۲]

[۱] کتاب تحقیق ماللسند صفحہ ۲۰۶، [۲] ایضاً صفحہ ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۸۵ و ۲۲۳ و الآثار الباقیة للبیرونی صفحہ ۵۱،

آج ہنسن (Hansen) وغیرہ کی راے کے مطابق، سال مین ۳۶۵ دن ۶ گہنٹے، ۹ منٹ ۹ سکنڈ، اور ۳۳/۱۰۰ سکنڈ ہوتے ہین جو فارسیون کے ۳۶۵ دن شمسی کے مطابق ہے،

عربون نے ان حسابات سے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا، اور حساب کے متعدد طریقے ایسے معلوم کئے جنکا یونانیون کو مطلق علم نہ تہا، چنانچہ پروفیسر السینور کرلونلینو نے جو اٹلی کی بلرم یونیورسٹی مین علم الفلک کے عالم خصوصی سمجھے جاتے ہین، اپنے ایک خطبہ مین لکہا ہے کہ[۱]

ان العرب اخذوا ایضاً عن الهند	عربون نے ہندوستان سے چند ایسے ضروری اور
طرقاً مهمة كثيرة النفع مجهولة	کار آمد طریقے معلوم کئے جو یونانیون سے پوشیدہ تھے
لليونانيين فی حل جملة من المسائل	انکی بدولت عربون کو علم الفلک کے ان مسائل کے حل مین
الفلكية المتعلقة بعلم حسابات المثلثات الكرية	جو مثلثات کرویہ کے حساب سے متعلق تھے بہت آسانی ہوئی

ستارون کی بلندی کی نسبت یہان کے حکما کا ایک خاص مذہب ہے، جو آفتاب کو ستارون سے اور چاند کو آفتاب سے اوپر مانتا ہے[۲]

ان مذاہب کے علاوہ ممکن ہے کہ کچھ اور بھی مذہب ہون، لیکن اولاً تو ہمکو انکا علم نہین ہے، دوسرے یہ کہ موجودہ زمانہ کی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستان نے علم ہیئت مین چندان ترقی نہین کی تھی، چنانچہ ڈاکٹر لیبان نے تمدن ہند مین لکہا ہے[۳]،

"کسی زمانہ مین خیال کیا جاتا تہا کہ ہندؤن کا علم ہیئت بہت کچھ کامل اور قدیم ہے، لیکن اب یہ خیالات قائم نہین رہے"

دوسری جگہ لکہتا ہے،

ہندوستان کے علوم کی یہ حالت نہین ہے، برخلاف اسکے انکے علوم کے متعلق جو قدیم

[۱] علم الفلک صفحہ ۱۸۰، [۲] آئین اکبری صفحہ ۷۸ جلد ۳ [۳] تمدن ہند صفحہ ۳۹۶،

راے بھی اسمین بہت کچھ ترمیم ہوگئی ہے اور ہمین معلوم ہوگیا ہے کہ اُنکے علمی خیالات ان اقوام سے لئے گئے ہین جنکے ساتھ انکو تعلق پیدا ہوا"

علوم وفنون اگرچہ ہندوستان مین بہت سے علوم موجود تھے اور اُن پر مستقل تصنیفات لکھی گئی ہین مثلاً کرم بپاک، آگم، شگن، سامدرک، اندرجال، رس بدیا، رتن پریچھا، کام ساستر، ساہتی وغیرہ[1] تاہم اسکو حساب، ناٹک، موسیقی اور نجوم مین جو شہرت حاصل ہے وہ اور چیزون مین نہین،

علم الحساب مین عدد یا غبار کا حساب (ایک سے ۹ تک کی گنتی) جسکو محمد بن موسیٰ خوارزمی نے نہایت پھیلاکے لکھا ہے، ہمین کی ایجاد ہے، یہ حساب نہایت آسان ہے" اور اس سے ہندوؤن کی دقت آفرینی کا پتہ چلتا ہے[2]، ایک اور حساب جسکا نام کیل کیولس ہے، اسکے چند اصول بھاسکر چاریہ کی طرف منسوب کئے جاتے ہین[3]،

ہندو ناٹک، یونانی ناٹک سے بالکل علٰحدہ اور یورپ کے ناٹک سے افضل ہے، کیونکہ اس سے جو سبق حاصل ہوتا ہے یورپ کے ناٹکون سے نہین حاصل ہوتا، اس فن مین اگرچہ بہت سی تصنیفات کیگئی ہین، تاہم کالیداس کی شکنتلا سب سے افضل مانی جاتی ہے،

موسیقی مین ہندوستان کو خاص شہرت حاصل ہے، واضعین فن نے اسمین سات مقامات رکھے ہین جن سے سات سُر نکلتے ہین، یہ سُر مختلف جانورون کی آواز سے ماخوذ ہین، مثلاً سرج طاؤس سے، رکھب پپیہے سے، گاندہار بکرے سے، مدہم کلنگ سے، پنچم کوئل سے، دہیوت مینڈک سے، نکھاد ہاتھی سے، موسیقی مین کل ۶ راگ ہین اور ہر راگ سے چھ چھ راگنیان نکلتی ہین، اس بنا پر کل ۳۶ راگنیان ہوئین، ان مین سے دوسرا راگ جو بھیرون کے نام سے مشہور ہے مہادیوجی اور پاربتی کا ایجاد کردہ ہے

نجوم کا بیان اوپر گذر چکا، اسمین سب سے بڑا عالم گنگہ مانا جاتا ہے[4]،

[1] آئین اکبری صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲ جلد ۳ [2] اخبار الحکما صفحہ ۱۷۵ [3] تمدن ہند صفحہ ۳۹۹ [4] طبقات الامم صفحہ ۲۲،

مسئلہ زر

(۲)

از جناب مقبول احمد صاحب رئیس سندیلہ

(۵) **شناخت پذیری۔** جو چیز بطور زر استعمال ہوتی ہو وہ اپنی خصوصیات کیوجہ سے آسانی کے ساتھ پہچانی جاسکے ورنہ اسکا اندیشہ رہیگا کہ لوگ چالاکی سے دوسری چیز بدلکر دین، سونا چاندی اپنے رنگ، آواز اور وزن کیوجہ سے بہت جلد پہچانی جاسکتی ہے۔

(۶) **جسامت قلیل وقیمت کثیر ہو،** یہ صفت موجودہ طرز مبادلہ کے لئے نہایت ضروری ہے کیونکہ جیسی جسامت قلیل اور قدر کثیر ہوگی زر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے مین آسانی ہوگی، یہی وجہ ہے کہ قیمت زر ایک ہی وقت دنیا مین یکسان رہتی ہے، اس خاص وصف مین سونے کو چاندی پر فوقیت ہے، جو شے زر کے واسطے جس ملک مین منتخب ہوتی ہے وہ ضرورت وقت و ترقی اقتصادی کے مطابق ہوتی ہے، چین جہانکا کاروبار چھوٹے پیمانہ پر ہے آلہ مبادلہ تانبا ہے، ریاستہائے متحدہ امریکہ جسکا کاروبار بڑا ہے، آمدنیان زیادہ، معیار معاشرت بلند ہے آلہ مبادلہ سونا ہے اگر تانبا ہوتا تو جسامت بہت ہوجاتی اور مبادلہ مین دقت پیش آتی،

(۷) **مسکوک ہونیکی موزونیت ہو،** سب دہاتون مین چاندی اور سونا آسانی سے مسکوک ہوسکتا ہے، بنی پگھل سکتا ہے اور ٹھپہ لگ سکتا ہے اور بہت کم صرف مین سکہ کی تفریق ہوسکتی ہے،

یہ ظاہر ہوگیا کہ چاندی اور سونے مین قیمت ذاتی[1]، ثبات قدر[2]، یک جنسی[3] و سہام پذیری[4] لازوالی، شناخت پذیری[5]، جسامت قلیل قیمت کثیر[6]، مسکوک ہونیکی موزونیت[7] کے اوصاف بمقابلہ اور دہاتون کے زیادہ ہین، اسلئے چاندی اور سونا اپنی نوعیت کے لحاظ سے بلا امداد رواج و قانون دنیا کا زر قرار پاگیا ہے

افعال زر خواص زر کے بعد ہم افعال زر بیان کرتے ہین، ماہرین فن نے ان افعال کو مختلف طور پر لکھا ہے ہمکو امریکہ کے مشہور مصنف پروفیسر کنلے کی ترتیب زیادہ واضح اور جامع معلوم ہوئی اسلئے ہم اسی ترتیب سے لکھتے ہین، پروفیسر موصوف نے افعال زر کے تین اقسام کئے ہین، افعال اساسی، افعال تبعی، افعال عرضی

(۱) افعال اساسی وہ ہین جو ہر دور اقتصادی مین لازمی ہوتے ہین،

(۲) افعال تبعی وہ ہین جو افعال اساسی سے مستخرج ہوتے ہین یا افعال اساسی پر انکا انحصار ہوتا ہے

(۳) افعال عرضی وہ ہین جو کسی خاص دور اقتصادی مین ہوتے ہین،

افعال اساسی (۱) **مبادلہ مین آسانی پیدا کرنا**، روپیہ یا زر کا پہلا کام مبادلہ مین آسانی پیدا کرنا ہے اور یہ خدمت اسنے ہر زمانہ مین انجام دی ہے، دنیا مین خرید و فروخت اسی کی وساطت سے ہوتی ہے، اور تمام کاروبار مین یہ اسوجہ سے قبول کیا جاتا ہے کہ ہر شخص کو یقین ہے کہ جسوقت چاہیگا اسکے ذریعہ سے ہر چیز خرید لے گا اگر مبادلہ زر نے مبادلہ جنس بالجنس کی جگہ بتدریج نہ لے لی ہوتی تو یہ دور ترقی زمانہ کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور بغیر زر یا روپیہ یعنی آلہ مبادلہ صنعت و حرفت اپنی ابتدائی حالت مین فنا ہو جاتی، صنعت و حرفت کی ترقی زر کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہوئی ہے، استعمال زر نے صنعت و حرفت پر کیا اثر کیا یہ اقتصادیات کا پیچیدہ و مشکل ترین مسئلہ ہے اس مضمون مین اسکی گنجائش نہین ہے ورنہ ہم نظریۂ زر (معہ اعتبار اور بنک) پر مفصل بحث کرتے اور اثرات دکھلاتے،

(۲) **معیار قیمت**، یہ کام بھی زر نے ہر دور اقتصادی مین کیا ہے اور آلۂ مبادلہ کے ساتھ اسکا معیار قیمت ہونا لازمی ہے، معیار قیمت سے ہمارا مفہوم یہ ہے کہ اشیا کی قیمت کا شمار ہم تعداد زر مین کرتے ہین، مبادلہ جنس بالجنس کے نقائص مین ہم فقدان معیار نرخ کا ذکر کر چکے ہین درزی جو کوٹ فروخت کر کے گھوڑا خریدنا چاہتا ہے اسکو نہین معلوم ہے کہ کے کوٹ گھوڑے کی خریداری کے واسطے دے، استعمال زر سے یہ دقت رفع ہو جاتی ہے، درزی کو معلوم ہو جائیگا

کہ اسکے ایک کوٹ کی قیمت پانچ روپیہ ہے اور گھوڑا فروخت کرنیوالے کو معلوم ہو جائے گا کہ اسکے گھوڑے کی قیمت پچاس روپیہ ہے اب درزی بآسانی دس کوٹ فروخت کر کے گھوڑا خرید سکتا ہے بغیر زر کے قدر عام کا مفہوم کسی طرح دماغ مین نہین آسکتا ہے اور نہ کاروبار مین نمایان ترقی ہو سکتی ہے

افعال تبعی (۱) **معیار ادائے قرضہ**، حال کے اعتباری لین دین مین اکثر وقت زیادہ صرف ہوتا ہے اور پیدائش کے لئے وقت کا صرف ہونا ضروری بھی ہے، اس اعتباری داد و ستد کے لئے یہ ضروری ہے کہ قرضخواہ و قرضدار دونونکو ٹھیک طور پر معلوم ہو جائے کہ قرضدار کو کیا دینا چاہئے اور قرضخواہ کو کیا ملنا چاہئے، معیار ادائے قرضہ کا کام زر دیتا ہے، پہلے یہ تھا کہ اگر کوئی شخص دس من گیہون قرض لے تو چھ مہینہ کے بعد دس من گیہون ادا کرے، اسمین یہ عیب تھا کہ دس من گیہونکی قیمت چھ مہینہ مین کم یا زیادہ ہو جائے قرضدار اور قرضخواہ دونون کو ابہام باقی رہتا تھا لیکن دس من گیہون کی قیمت اگر دس روپیہ ہے تو بعد چھ مہینہ کے دس روپئے واجب الادا ہونگے اسی طرح سے دونکو ٹھیک تعداد دینے اور لینے کی معلوم ہو جائے گی اور ابہام رفع ہو جائے گا،

(۲) **انتقال قیمت**، زر کے ذریعہ سے قیمت ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک وقت سے دوسرے وقت مین منتقل ہو سکتی ہے یعنی زر کی قوتِ خرید انتقال زمان و مکان مین باقی رہتی ہے

(۳) **خزینۃ القدر**، اگر ہم جمع کرنا چاہتے ہین تو ہمکو زر کے جمع کرنے مین بمقابلہ اور اشیا کے زیادہ آسانی ہوگی، زر کی قدر مبادلہ مین بمقابلہ اور اشیا کے کمی نہین ہوتی ہے اگر ہم صرف مین آنی والی چیزین جمع کرین جیسے غلہ وغیرہ تو اسمین ضرور نقصان ہوگا، غلہ مین گھن لگ جائے گا، لوہے کو زنگ کھا جائے گا، اگر ہم سرمایۂ قائم کی صورت مین جمع کرین یعنی کارخانجات وغیرہ مین لگا دین تو جب ان کارخانہ جات کی پیداوار کی مانگ جاتی رہے گی اسوقت یہ سرمایۂ قائم بیکار ہو جائے گا، زر یا روپیہ کے جمع کرتے مین کسی قسم کا نقصان نہین ہے، اسکی قدر مبادلہ

مین کوئی فرق نہ آئے گا،

افعال عرضی موجودہ اقتصادی دور مین زر کے حسب ذیل افعال ہین،

(۱) تقسیم آمدنی معاشرتی، موجودہ زمانہ تقسیم محنت و مبادلہ مین بہت کم لوگ وہ اشیاء پیدا کرتے ہین، جو خود صرف کرتے ہین بلکہ انکی پیداوار کی قیمت انکو روپیہ مین دیجاتی ہے اور وہ اس روپیہ سے جس چیز کی انکو ضرورت ہوتی ہے خریدتے ہین اسیطرح روپیہ دولت کو ان لوگون مین تقسیم کردیتا ہے جو پیدائش کے کام مین مصروف ہوتے ہین،

(۲) اخراجات کے افادۂ مختتم مین خاص مساوات پیدا کرنا، روپیہ کے ذریعہ سے ہر شخص کو موقع ملتا ہے کہ اپنی آمدنی کو اس طرح صرف کرے کہ صرف شدہ روپیہ کے معاوضہ مین اسکو افادۂ مختتم کی اشیاء بھی ملجائین یعنی اگر دس روپے کسی شخص کے پاس ہین اور اسکو جوتہ، ٹوپی، موزہ کی ضرورت ہے تو اسکو اختیار ہے کہ وہ اس طریقہ سے روپیہ کو صرف کرے کہ اسکو زیادہ ممکن افادہ حاصل ہو سکے، اگر وہ دس روپے کے دس موزے خریدلے تو ایک کا افادہ مختتم ہوگا اور بقیہ نو کا افادہ بتدریج کم ہوگا اسلئے ہر شخص بقدر ضرورت موزہ، جوتہ، ٹوپی خریدلے گا،

(۳) اعتبار یا ساکھ کی بنیاد قائم کرنا، موجودہ اعتبار کی بنیاد زر ہے، آج کل نوٹ، چک وغیرہ جو عام طور پر رائج ہین اور جسکو ہر شخص بخوشی قبول کرتا ہے محض اسوجہ سے رائج ہین کہ انکی قیمت ہر وقت بصورت زر بنک اور سرکاری خزانون مین رہتی ہے اور لوگونکو یقین ہے کہ جسوقت چاہین گے نوٹ یا چک کو روپیہ مین تبدیل کرلین گے، اس طرح سے "فرسودگی" زر کے نقصانات سے حفاظت ہوجاتی ہے،

(۴) سرمایہ کو صورت عام دینا، زمانہ ماقبل مین جب زر کا استعمال نہ تھا تو پیدائش کے لئے ضرورت ہوتی تھی کہ ہر قسم کی ضروری اشیاء مبادلہ جنس بالجنس سے حاصل کرلیجائین، لیکن روپیہ

ان تمام اشیاء کا نمائندہ ہے جو کسی قسم کے کارخانہ یا تجارت یا اور کسی صورت پیدائش دولت مین ضروری ہون، جس شخص کے پاس روپیہ ہے وہ ہر قسم کا سامان و اشیاء روپیہ سے بآسانی خرید کرکے کارخانہ وغیرہ جاری کرسکتا ہے، لیکن جسکے پاس غلہ یا کوئی اور جنس ہو وہ جب تک روپیہ مین نہ بدلے کوئی چیز نہین خرید سکتا ہے اسلئے زر سرمایہ کو صورت عام دیتا ہے،

سکہ سازی ہم خواص و افعال زر بیان کرچکے، چونکہ زر کا تعلق سکہ سازی سے ہے اسلئے ہم چند ضروری اصول اسکے بھی بیان کرتے ہین، سونے، چاندی یا اور کسی دھات پر ٹھپہ یا اور کوئی نشان لگا کر آلہ مبادلہ بنانا سکہ سازی کہلاتا ہے سکہ سازی کا کام بالکل فرائض سلطنت مین داخل ہے اور اسمین امور ذیل کا لحاظ رکھا جاتا ہے،

(۱) اول یہ کہ ایک قسم کے سکون مین یکسانی ہو یعنی صورت، شباہت، جسامت، قد اور وزن مین فرق نہ ہو خوبصورت ہو، اسلئے اسکا مشین سے بننا ضروری ہے،

(۲) اسکی ساخت ایسی ہو کہ اسکی نقل بآسانی نہ بن سکے تاکہ جعلی سکے نہ چلین، اسکے واسطے بہت قیمتی مشین درکار ہوتی ہے تاکہ اسکے نقش ونگار نہایت خوبصورت اور پیچیدہ ہون اور ہاتھ سے اسکی نقل بنانا دقت طلب ہوجائے،

(۳) سکہ کی شکل ایسی ہو کہ اگر اسمین سے ذرا سا جز بھی کسی ذریعہ سے علحدہ ہوجائے تو تو فوراً پتہ لگ جائے اسلئے اسکو گول ہونا چاہئے، اور اسکے کنارہ پر باریک خطوط ہونا ضروری ہین،

اقسام سکہ سازی سکہ سازی دو قسم کی ہوتی ہے، اول آزاد، دوم محدود،

(۱) آزاد سکہ سازی وہ ہے جسمین ہر شخص کو اختیار ہو کہ وہ اپنا ذاتی سونا یا چاندی ٹکسال مین لیجاکر سکہ بنوالے جیسے انگلستان مین ہر شخص کو اختیار ہے کہ اگر ایک اونس مستند سونا ٹکسال

مین داخل کرے تو اسکو ۳ پونڈ، ۱۷ شلنگ ۱۰½ پنس ملینگے، اور یہی نرخ سونیکی قیمت ٹکسالی کہلاتی ہے،

(۲) "محدود سکہ سازی" وہ ہے جسمین صرف سلطنت کو اختیار ہو کہ وہ بقدر ضرورت سکہ بنواتی رہے جیسے ہندوستان کی سکہ سازی روپیہ کی ہے،

مصارف سکہ سازی

آزاد سکہ سازی کا یہ منشا نہین ہے کہ سکہ سازی کے مصارف سلطنت نہ لے،

(۱) اگر سلطنت کوئی فیس سکہ سازی کی نہ لے تو یہ طریقہ سکہ سازی بلا معاوضہ کہلاتا ہے جیسے انگلستان کی ساورن سکہ سازی ہے،

(۲) اگر سلطنت کوئی فیس ٹھیک بقدر مصارف سکہ سازی لے تو یہ طریقہ سکہ سازی بہ معاوضہ کہلاتا ہے،

(۳) اگر سلطنت فیس مصارف سکہ سازی سے کچھ زائد لے تو وہ "حقوق شاہی" کہلاتا ہے،

اقسام آلۂ مبادلہ

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ دنیا کے کاروبار مین آلۂ مبادلہ کا ہونا ضروری ہے، ہر ملک مین عام طور پر دو صورتین آلۂ مبادلہ کی ہوتی ہین،

(۱) آلۂ مبادلۂ عام، جسمین زر فلزاتی، زر کاغذی بدل پذیر، زر کاغذی غیر بدل پذیر، رسید امانت شامل ہوتے ہین،

(۲) - آلۂ مبادلۂ خاص، جسمین وہ اعتباری کاغذ شامل ہوتے ہین جنکا عام طور پر بصورت آلۂ مبادلہ چلن مین نہین ہوتا، مثلاً چک، ہنڈوی، چٹھی وغیرہ،

اقسام زر

چونکہ زر عام طور پر آلۂ مبادلہ تسلیم کر لیا گیا ہے، اسلئے اب ہم اقسام زر لکھتے ہین،

زر کی دو قسمین ہین، زر فلزاتی، و زر کاغذی،

اسکے علاوہ ایک قسم اور ہے "جسکو زر فرضی" کہتے ہین جو صرف حساب رکھنے مین استعمال

کیا جاتا ہے مگر اسکا وجود خارجی کہین نہین ہے جیسے انگلستان مین گنی،

زر فلزاتی

زر فلزاتی کی دو قسمین ہین، (۱) زر مستند، (۲) زر وضعی،

"زر مستند" وہ ہے جسکی قیمت مبادلہ اسکی دھات کی قیمت کے برابر ہو اور اسکی سکہ سازی آزاد ہو جیسے ساورن، پونڈ کی قیمت اسکے سونے کے برابر ہے اور سکہ سازی آزاد ہے،

"زر وضعی" وہ ہے جسکی قیمت مبادلہ اسکی دھات کی قیمت سے زیادہ ہوتی ہے اور اسکی سکہ سازی مخصوص ہوتی ہے، جیسے ہندوستان کا روپیہ اور انگلستان کا شلنگ وغیرہ،

زر کاغذی

"زر کاغذی" وہ ہے جو سلطنت یا کسی بنک کے اعتبار پر کسی ملک مین رائج ہون اور عام طور پر لوگ اسپر اعتماد رکھتے ہون اور مبادلہ مین قبول کرتے ہون انکے اقسام آگے چلکر لکھے جائینگے اور تفصیل بھی کی جائے گی،

یہان یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ہر ملک مین دو قسم کا روپیہ ہوتا ہے، جو "زر قانونی" و "زر غیر قانونی" کہلاتا ہے،

زر قانونی وہ ہے جسکو قرضخواہ اپنی اداے قرضہ مین قانوناً ہر تعداد مین قبول کرنے پر مجبور ہو، جیسے انگلستان مین ساورن غیر محدود زر قانونی ہے، زر مستند ہمیشہ زر قانونی ہوتا ہے لیکن زر وضعی بھی بعض اوقات زر قانونی ہو جاتا ہے، جیسے ہندوستان مین روپیہ،

"زر غیر قانونی" وہ ہے جو صرف ایک محدود تعداد تک اداے قرضہ مین قبول کیا جاتا ہے جیسے انگلستان کا شلنگ صرف ۲ پونڈ یعنی چالیس شلنگ تک قبول کیجائینگے، اسکی تعداد کے بعد قرضخواہ قانوناً مجبور نہین ہے کہ شلنگ لے،

قانون گرشم

روپیہ کے چلن کا تعلق، قانون گرشم سے بہت زیادہ ہے لہذا اسکی تشریح نہایت ضروری ہے

یہ قانون سر تامس گرشیم کے نام سے جو ملکہ الزبتھ کے مشیر خزانہ تھے موسوم ہے اس قانون کا اصول یہ ہے کہ زر ناقص چلن مین زر کامل کی جگہ لے لیتا ہے یعنی اگر کسی ملک مین ایک وقت مین زر ناقص اور زر کامل دونون چلن مین ہونگے تو صرف زر ناقص اگر لوگ اسکے لینے سے انکار کرتے ہین چلن مین رہجائے گا، اور زر کامل گردش سے نکل جائے گا، تین طریقون سے زر کامل چلن سے غائب ہوجاتا ہے،

(۱) جب کسی ملک مین لوگ روپیہ جمع کرنا چاہینگے تو وہ قدرتی طور پر زر کامل جمع کرینگے ایک حصہ زر کامل کا اس ذریعہ سے چلن سے نکل جائے گا،

(۲) اکثر ممالک خارجہ کو تجارت و دیگر ضروریات کیوجہ سے ہر ملک کو روپیہ دینا پڑتا ہے ممالک خارجہ کے لوگ زر عمدہ و زر کامل دونون قبول کرتے ہین مگر اسکی دہات کی قیمت کے حساب سے زر کامل کم تعداد مین دینا پڑتا ہے اور زر ناقص زیادہ تعداد مین، اسلئے زر کامل کے ذریعہ سے ممالک خارجہ کے قرضخواہونکی ادائی کیجاتی ہے اور زر ناقص سے ملکی کاروبار چلتا ہے، (زر ناقص کے واسطے یہ ضروری ہے کہ وہ زر قانونی ہو اور لوگ اسکو سکہ کے مقررہ قیمت پر قبول کرتے ہون) ایک حصہ اس ذریعہ سے نکل جائے گا،

(۳) اگر کسی ملک مین اس دھات کی قیمت جسمین اس ملک کا سکہ ہو اسقدر زیادہ ہوجائے کہ سکہ کی مقررہ قیمت اسی دہات کے وزن کی قیمت سے کم ہو تو لوگ سکہ گلاکر اس دہات کو بمنافع فروخت کر ڈالین گے، ایک حصہ اس ذریعہ سے نکل جائے گا، قانون گرشیم مفصلہ ذیل صورتون مین عمل پذیر ہوتا ہے،

(۱) اگر کسی ملک مین زر فرسودہ و زر نو بوزن کامل ایک ہی وقت مین گردش کرتے ہون تو زر فرسودہ زر ناقص ہوگا اور زر نو بوزن کامل زر کامل ہوگا، اس صورت مین زر عمدہ ان کا سونین

استعمال کرینگے جسمین قیمت اصلی کی ضرورت ہے اور زر فرسودہ عام طور پر استعمال ہوگا،

(۲) جب زر فلزاتی اور زر کاغذی جسکی قیمت بازار مین گرگئی ہے ایک ساتھ چلن مین ہون تو زر فلزاتی زر کامل ہوگا اور زر کاغذی ناقص،

(۳) جب دو دھات کے سکے مثلاً سونے اور چاندی چلن مین ہون اور انمین سے ایک کی قیمت بہ حیثیت زر ہونے کے کم ہو اور قیمت اصلی زیادہ ہوجائے تو دوسرا سکہ زر ناقص ہوجائیگا یعنی اگر ایک تولہ سونا بصورت سکہ سولہ تولہ چاندی کے بصورت سکہ برابر ہے لیکن بہ حیثیت دہات کے ایک تولہ سونا صرف پندرہ تولہ خرید سکتا ہے تو چاندی کا سکہ زر کامل ہوجائے گا اور سونے کا سکہ زر ناقص ہوجائے گا، دو صورتونمین اس قانون کا عمل نہ ہوگا،

(۱) زر عمدہ اور زر ناقص دونون ایک ہی وقت ایک ملک مین چلن مین رہینگے جب اس ملک کے ضروریات سکہ اسقدر زیادہ ہون کہ دونون قسم کے سکے ملکر اس ملک کی ضروریات پوری کرسکین ایسی صورت مین زر ناقص زر کامل کو چلن سے نہین نکالے گا

(۲) زر ناقص زر کامل کے مقابلہ مین خود چلن سے نکل جائے گا اگر کسی ملک کے باشندے اپنی عادت کیوجہ سے زر ناقص قبول کرنے سے انکار کردین، جیسا کہ ہندوستان کے مہاجن اور ساہوکار کرتے ہین، ایسی صورت مین یہ سلطنت کا فرض ہے کہ وہ زر ناقص واپس لیکر (اگر فرسودگی کی وجہ سے زر ناقص ہوگئے ہین) از سر نو ڈھال دے جیسا لارڈ گولسبیس نے برٹش ساورن کی بابت سنہ ۱۸۱۶ء مین کیا تھا، اسمین چھ لاکھ پاؤنڈ صرف ہوئے تھے جو خزانہ شاہی سے دئے گئے تھے،

باقی

نظام الملک آصفجاہ کی وصیتین

رقعات عالمگیری کی تصحیح و ترتیب کے سلسلہ مین اسکے چند قلمی نسخے مختلف مقامات سے میرے پاس آئے، حسن اتفاق سے ایک مین نظام الملک آصفجاہ اول کی ان وصیتون کا مجموعہ بھی ہاتھ آیا جو انھون نے اپنے جانشین فرزند نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کو مرتے وقت کی ہین، یہ وصیتین اخلاقی و سیاسی دونون حیثیتون کا مجموعہ ہین، آج مغربی تمدن مین سیاست روح روان ہے، اور مذہب و اخلاق، علم و فن سب کو اسی کا قالب بنایا جا رہا ہے، لیکن ایشیا ہمیشہ سے مذہب کا گہوارہ رہا ہے، یہان ہر چیز مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہان کی سیاست بھی مذہبی رنگ و بو سے کبھی خالی نہین رہی، یہ وصیتین بھی اسی رنگ مین ڈوبی ہوئی ہین،

ہر شخص کی سیرت و جذبات کا سب سے بڑھکر صادق القول شاہد اسکے اقوال ہین جنکے اظہار کے وقت وہ اس تخیل سے بالکل خالی الذہن ہوتا ہے کہ وہ کبھی اسکے گذشتہ طرز عمل کے گواہ ہونگے اور انکو پیش نظر رکھکر کبھی اسکے اچھے برے ہونیکا فیصلہ کیا جائیگا،

نواب مرحوم نے یہ وصیتین اپنے دم واپسین مین کی ہین، اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب انسان ہر قسم کے خیالات تکلف و تصنع سے خالی ہوکر اپنے پچھلے اعمال پر نظر ڈالتا ہے اور اپنے اخلاف کی صرف انہی مجرب اعمال کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو اسکے عمل مین آکر مفید ثابت ہوئے ہون،

اس بنا پر یہ وصیتین نواب مرحوم کے طرز عمل کا آئینہ اور سلطنت دکن کے ہر تخت نشین حکومت کے لئے عمدہ دستور العمل ہین، مین یہان ان پر اپنی طرف سے کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین سمجھتا

سہولت کے لئے ایک طرف اصل عبارت اور دوسری طرف اسکا ترجمہ لکھدیتا ہون،

کلمۂ اول آنکہ بر رئیس دکن لازم است کہ ہرگاہ سلامتی نفس خود و امن از جنگ و جدل و افزائش و آبادی ملک خود خواستہ باشد باید کہ با مرہٹہ ہا کہ زمینداران این ملک اند آشتی و داد و تا مقدور از خود سر رشتہ موافقت برہم نزند و در صورت لاچاری لاعلاج است ۔

(۱) رئیس دکن کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ اپنی جان کی سلامتی جنگ و جدل سے امن اور ملک کی آبادی و ترقی چاہتا ہو تو مرہٹون کے ساتھ جو اس ملک کے زمیندار ہین صلح و آشتی پیش آئے، حتی المقدور اپنی طرف سے صلح و موافقت کا سر رشتہ نہ توڑے البتہ بحالت مجبوری وہ معاف و معذور ہے ۔

کلمۂ دوم آنکہ در انہدام بنی آدم کہ بنیاد ساختہ رب العالمین است البتہ تامل بکار برد چراکہ مثال خوشۂ گندم و جوار نیست کہ در سال از کشتکار بروید مگر مجرم را بقاضی کہ متہم از خطیرات تفویض نماید کہ او موافق شرع شریف ہرچہ کند بجا آرد و از خود در قتل حکم نکند،

(۲) بنی آدم کی تباہی مین جو خدائے دوجہان کے پیدا کردہ ہین، بہت غور و فکر سے کام لے کیونکہ وہ جوار اور گیہون نہین ہین جو ہر سال کاشتکاری کے ذریعہ سے پیدا ہوتے ہون مگر ہان مجرم کو ایسے قاضی کے حوالہ کرے جو منصب قضا کے اہم فرائض نہایت عدالت سے ادا کرتا ہو تاکہ وہ موافق شرع فیصلہ دے اور جو کچھ وہ حکم سنائے حرف بحرف اسکو بجا لائے، اپنی طرف سے کبھی قتل کا حکم نہ دے

کلمۂ سوم آنکہ زندگانی خود و انتظام امور ممالک را منحصر در سفر دارند و لذت منزل نو و آب نو و سایہ و چشمہ را در ہیچ حال از دست ندہند کہ حق سبحانہ تعالیٰ در کلام مجید می فرماید "سیروا فی الارض" این اشارت ست از برائے سفر و انتظام امور ریاست موقوف بسفر مگر دفعۃً بقدر ایام در چھاؤنی ضرور کہ جمیع جانداران را درین ہنگام تکلیف میشود و تعیناتی سپاہ بتقاریب اوطان آنہا منظور باشد کہ

(۳) انتظام امور حکومت اور بسر اوقات زندگی سفر پر موقوف رکھین، اور نئی جگہ، نئی آب و ہوا، اور سایہ و چشمہ کے لطف کو کبھی اپنے ہاتھ سے نہ دین، خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک مین فرمایا ہے "سیروا فی الارض" یہ اسی طرف اشارہ ہے کہ سیر و سفر کرو اور ساتھ ہی انتظام امور ریاست بھی، مگر ہان چھاؤنی مین چند دنون کی اقامت ضروری ہے کیونکہ سفر مین تمام جاندار تنگ جاتے ہین سپاہیونکی تعیناتی اپنے گھرون کے قریب عمل مین آنا چاہیے تاکہ

قطع نسل نشود"

کلمہ چہارم آنکہ کارہاے جمیع خلائق محض از افضال الٰہی متعلق بخود دانستہ باید کہ بعد اداے فرض و واجب اوقات عزیز خود را بہ نظم امور متعلقہ تقسیم نماید، و خود را بیکار نداشتہ شبانہ روز خبر خلق اللہ از امور دین و دنیا میگرفتہ باشد کہ عاقبت بخیر باشد،

کلمہ پنجم آنکہ بشناسد کہ بنار دولت ما بمیامن انفاس بزرگانست چنانچہ در ابتدا تعلقہ صدارت بادشاہی باین خاندان تعلق داشت، و من تا این وقت کہ الحال وقت رحلت است توقیر و تعظیم فرقہ دعاگویان کہ بدون آن لشکر و غا بکار نمی آید بر سائر امور ریاست مقدم داشتہ استمداد ہمت از غربا و فقرا کہ باب اللہ اند میکردم و سبقت در سلام کہ آن سنت محمدی است بجا می آوردیم باید کہ خود ہم ہمین شیوہ را مرعی داشتہ باشند۔

کلمہ ششم آنکہ زمین و آسمان از قدیم است و خلق خدا ہم قدیم اند، درین صورت روے زمین را فقط حصہ خود ندانستہ اتلاف حق کسی نکنند و پاس مودت ہر یک منظور و ملحوظ دارند۔

کلمہ ہفتم آنکہ دکن کہ عبارت از سلطنت شش

دور رہنے کے باعث وہ معاشرتی فرائض کے ادا کرنے سے مجبور نہو جائین،

[۴] تمام مخلوقات کے کام اپنی ذات سے متعلق ہونا محض خدا کا فضل جان کر فرض و واجب ادا کرنیکے بعد اپنے تمام اوقات عزیز کو نظم امور متعلقہ مین تقسیم کردین اور کسیوقت بیکار نہ بیٹھین دن رات خلق اللہ کی خبرگیری خواہ وہ امور دنیا سے متعلق ہون یا دین سے کرتے رہین تاکہ عاقبت بخیر ہو،

[۵] ہماری دولت کی بنا بزرگون کے وجود بابرکت پر ہے، چنانچہ جب سے کہ صدارت بادشاہی کا تعلق اس خاندان سے ہے اور اسوقت تک کہ وقت رحلت ہے مین ہمیشہ ارباب دعا کی جنکے بغیر جنگ آور لشکر بھی کام نہین دیسکتا، تعظیم و توقیر ریاست کے تمام کامون پر مقدم رکھتا رہا اور ہمیشہ غربا و فقرا سے جو باب اللہ ہین طلب ہمت و مدد کی، ہر شخص کو سلام کرنے مین اپنی طرف سے سبقت کرتا رہا کہ یہی طریقہ محمدی ہے چاہیئے کہ اسی طریقہ نیک پر عمل پیرا رہین،

[۶] زمین آسمان اور تمام مخلوقات قدیم ہین ایسی صورت مین روے زمین کو صرف اپنا حصہ سمجھکر کسیکا حق تلف نہ کرین، اور ہر ایک کے ساتھ پاس محبت منظور و ملحوظ رکھین،

[۷] دکن عبارت ہے چھ صوبون سے، یہ بات تاریخ سے

صوبہ است این معنی از مطالعہ تواریخ وغیرہ واضح میشود ازین در ہر صوبہ بادشاہے بود ذوی الاحتشام و مستقل چنانچہ در ہمین ملک لکھو کہا از فرقہ سپاہ روزی میخوردند الحال کہ این ہمہ زمین از عہد حضرت خلد مکان بیک کس تعلق گرفتہ، رفتہ رفتہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ محض بکرم خود از چندے من عاصی را عطا فرمودہ و مارا بر خلائق پیش ساختہ، تا این وقت انچہ پاسبانی و کم و بیش قدردانی مخلوقش بود پرداختم، بعد من سزاوار این ست کہ خبرگیری ہر خاندان و مامور نمودن بکارہاے سرکار خود نوبت بہ نوبت چہ از فرقہ مسلمان و چہ از قوم ہنود تبدل آن سال بسال در نہایت سال دویم از جملہ واجبات دانستہ می نمودہ باشند کہ دیگران محروم نمانند و سررشتہ این کار چہ از خود و چہ از پیروان خود تا کہ درین مدت العمر آن ہمہ مردم کہ ہر یک بلا تفاوت جواہر پارہ الیست بے بہا بلطف و عنایات جمع کردہ ایم در ہیچ حال قدر اینہا از دست ندادہ و سست و سخت اینہا برداشت نمودہ بیکار ندارند و بکار لائقہ مامور بسازند۔

کلمہ ہشتم آنکہ برادران صغیر خود را بجاے فرزندان خود دانستہ پرورش نمایند و در تربیت آنہا سعی بلیغ

واضح ہوتی ہے کہ ان مین سے ہر صوبہ کے پہلے جداگانہ مستقل و با اختیار بادشاہ تھے، چنانچہ اس ملک مین لشکر لاکھون کی تعداد مین رہا کرتا تھا، حضرت خلد مکان (عالمگیر) کے عہد سے ان صوبون کا تعلق ایک شخص سے ہو گیا ہے، رفتہ رفتہ خدا نے محض اپنے فضل و کرم سے تمام لوگون پر مقدم رکھکر یہ ملک مجھ عاصی کو عطا فرمایا، اس وقت تک جو کچھ مخلوق خدا کی پاسبانی و قدردانی مجھسے بن پڑی کی، میرے بعد لائق ہے کہ ہر خاندان کی خبرگیری اور انکے افراد کا خواہ وہ ہندو ہون یا مسلمان باری باری سے سرکاری خدمات پر تقرر اور ہر دو سال کے خاتمہ پر آن کا تغیر و تبدل تاکہ کسی ایک کے دائمی تقرر سے دوسرے محروم نہ رہین اپنے لئے واجب و لازم سمجھین اور اس طریقہ کا سررشتہ کیا تم اور کیا تمہارے جانشین کبھی ہاتھ سے نہ دین، نیز ان لوگون کے سخت و سست کو برداشت کر کے جنکو مین نے ایک عمر مین جمع کیا ہے اور جنمین کا ہر شخص ایک بیش قیمت و گرانبہا جواہر پارہ ہے اپنے خدمات لائقہ پر مامور و مقرر کرین۔

[۸] چھوٹے بھائیون کو اپنا فرزند سمجھکر پالین، انکی تربیت مین سعی بلیغ اور افزونی قدر و مراتب مین کوشش موفور سے

فرمایند و در افزونی قدر و مراتب کوشش موفور بعمل آرد
و شفقت و تلطف در بارہ اینہا بدرجہ مبذول دارد کہ
آنہا غمخوار او باشند و از دل دانند کہ اینہا قوت بازو و تقویت
ناموس اند ہر گاہ مرفہ الحال خواہند بود ہرگز زوال نخواہند
و ہر وقت کہ گرسنہ و مفلس باشند سلطنت آصفیہ را بفساد و فتنہ
ہمہ قطع زمین خواہند فروخت و ہدایت محی الدین خان[1] را

کام مین، ان پر اسطرح مہربان رہین کہ وہ غمخوار رہجائین اسکا
تہ دل سے یقین کرین کہ وہ انکے قوت بازو و تقویت
ناموس ہین، اب خوشحال و آسودہ ہونگے کبھی خواہان
زوال نہونگے، اور جب کبھی بھوکے اور مفلس ہوجائینگے
تو سلطنت آصفیہ کو فتنہ و فساد مین ڈال کر ٹکڑے ٹکڑے
زمین بیچ کھائینگے، اور ہدایت محی الدین خان کو اپنے

[1] یہ نواب آصفجاہ کے نواسے تھے، رائچور اور ادونی کی حکومت ان سے متعلق تھی، یہ اپنے ماموں نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کے مقابل فرانسیسیوں کی سازش مین آکر ہمیشہ برسر فساد رہے، چنانچہ جب بادشاہ دہلی کی طلبی پر نواب نظام الدولہ ناصر جنگ مع خدم وحشم دکن سے عازم دہلی ہوے تو عین اسی موقع پر انھون نے فرانسیسی افواج کی شرکت مین ارکاٹ پر حملہ کردیا، سنہ ۱۱۶۳ھ مین یہ واقعہ پیش آیا، اور اسمین ناظم ارکاٹ انورالدین خان کی شہادت ہوئی، اس سانحہ عظیم کی تلافی اور باغیون کی سرکوبی کے لئے نواب نظام الدولہ نے اجتماع افواج شاہی کا حکم دیا اور سنہ ۱۱۶۳ھ مین بندر پھلچری (جو فرانسیسی سازشگاہ تھا) تک اپنے حملون کو وسعت دی، اس جنگ مین نواب کو پوری کامیابی ہوئی اور ہدایت محی الدین خان زندہ گرفتار ہوا، نواب نظام الدولہ نے جو سلوک اسکے ساتھ گرفتاری کے بعد کیا ہے اسکو مصنف سرو آزاد جو اسوقت موجود تھے ان الفاظ مین لکھتے ہین،

"ہدایت محی الدین خان زندہ بگیر آمد، نواب بحکم لاتثریب علیکم الیوم ہدایت محی الدین خان را زندہ نگاہداشت و مصاحبان و لشکریان او را قاطبۃ از جان و مال امان بخشید، دولت خواہان ہر چند در پیشگاہ نواب بدلائل قاطعہ ثابت کردند کہ بقاے ہدایت محی الدین خان موجب ہیجان مادہ فتنہ است او را از میان باید برداشت، نواب ترحم را کار فرمودہ ہرگز بقتل وے راضی نشد و محفوظ نگاہداشتہ مروم برائے تقدیم لوازم خدمت تعین ساخت"

یہ بے نظیر حسن مراعات و سلوک محض نواب آصفجاہ کی اسی وصیت کا اثر و نتیجہ تھا،

از جملہ فرزندان خود تصور فرمودہ بشفقت و عنایات ازان
خود گرداند و در صدد شکست نباشد و گوش بر سخن غمازان
ندہد و عوام اراذل را در مجلس خود بلکہ در خلوت بار
ندہند، ہیبت سلطنت را زیان دارد و از غرور باریابی
حضور خلق خدا را ایذا تمام خواہند داد۔

کلمہ نہم آنکہ ادنی را بکار عمدہ و عمدہ را بکار ادنی مامور
نسازد کہ حوصلۂ نارسائی او کار سرکار ضایع و بے اعتبار
می سازد، تقرر دیوانی بہ پورچند آدم خوب و تحصیل
زر بقایاے سرکار با ینہمہ بہمین کہ بمعرض وصول می آرد
اگر دو سہ سال دیگر ہم بکار ماموره مامور دارند می شاید
باز مختار اند۔

کلمہ دہم آنکہ در ہمہ حال بیقین دارند کہ ریاست دکن
موقوف بر لازمۂ بندگی و نوکری است باید کہ آداب
حضرت ظل سبحانی را در ہیچ حال از خود فوت نکنند
و الا از امر آداب شکنی عند اللہ ماخوذ و عند الناس
مطعون خواہند بود، چنانچہ وقتیکہ قہرمان بادشاہ
ایران نادر شاہ در دہلی رسید روزے بفرط عنایات
ما را بہ عطاے سلطنت ہندوستان خطاب کرد
فی الفور ہمین عرض کردیم کہ ما مردم از قدیم اباً و جداً

ہی فرزندون مین تصور کرین، اپنی شفقت و عنایات سے
اسکو اپنا بنالین، اسکی تباہی کے درپے نہون لوگون کے
کہنے سننے مین نہ آئین، پست حال اور نیچے طبقے کے لوگونکو
اپنی خلوت و جلوت مین بار نہ دین کہ اس سے وقار سلطنت کو نقصان
پہنچتا ہے وہ باریابی درگاہ سلطانی سے گھمنڈ مین خلق خدا کو ستانے لگینگے

چھوٹے کو بڑے منصب اور بڑے کو چھوٹے منصب پر مامور
نہ کرین کہ اس سے سرکاری کامون کو نقصان پہنچتا ہے
دیوانی کا تعلق پورچند اور تحصیل زر بقایاے سرکار
کا ینہمین سے اچھا ہے، اگر ان خدمات کا تعلق اگلے
دو تین سال تک اور ان لوگون سے باقی رہے تو بہتر
و مناسب ہے آیندہ اختیار ہے،

ہر حال مین اسکا یقین رکھین کہ ریاست دکن کا مدار
بندگی و نوکری پر ہے، ظل سبحانی (بادشاہ دہلی) کا ادب
ہمیشہ ملحوظ رکھین، ورنہ ادب شکنی کے باعث اللہ کے نزدیک
ماخوذ اور لوگون کے آگے مطعون ہونگے، جب نادر شاہِ
ایران دہلی پہنچا تو اس نے فرط عنایات سے ایک دن
مجھے حکومت ہند دیدینے کے لئے خطاب کیا، مین نے
فوراً کہا کہ مین زمانہ قدیم سے بادشاہ کا نوکر ہون، اسکی
وجہ سے نمک حرام کہلاؤنگا، اور حضرت (بادشاہ)

ذکر بادشاہیم ازین معنی مشہور بہ نکوامی خواہم شد وحضرت
مرا بہ بدعہدی وبہ قولی شہرت خواہند دا دازانجا کہ طبع
بلندش سخن سنج ومعنی آفرین بود ازین معنی بسیار محظوظ شدہ
آفرین کرد۔

کلمہ یازدہم آنکہ تامقدور از خود در جنگ اقدام نکنند
ہرچند کہ جمعیت طرف ثانی قلیل وکمتر باشد درین باب
عزت الٰہی دلیری رانمی پسندد کہ اوسبحانہ تعالیٰ میفرماید
کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃً وتاممکن
است باید کہ در رفع مناقشہ کوشد وچون داند کہ طرف
ثانی مبادرت می نماید ناگزیر حق لطرف خود دانستہ
استادہ گردد وبعجز والحاح استمداد از حق سبحانہ تعالیٰ خواستہ
برمقام خود ثابت دراسخ باشد وتامقدور مقبلہ رو جنگ
نکنند چراکہ فتح بید قدرت واختیار اوست۔

کلمہ دوازدہم انکہ انچہ درین مدت بہ تجربہ رسید انیکہ
از جملہ مردم دکن مردم برہان پور وبیجاپور بغرض آشنا
ہستند وبہیچ وجہ بقول وفعل شایان اعتماد نیستند،
باید کہ مثل مردم گجرات وکشمیر دانستہ احتیاط واحتراز
این قوم واجب داند۔

کلمہ سیزدہم انکہ اسبابے کہ از فضل حق بالفعل انچہ

مجھکو بدعہد و بد قول مشہور کرینگے، چونکہ وہ سخن سنج و
معنی آفرین تھا، اس نے یہ سن کر آفرین
کی اور میرے اس جواب سے بہت محظوظ ہوا، . .

. . . .

حتی المقدور جنگ مین پیشقدمی نہ کرین، اگرچہ طرف
ثانی کی جمعیت کتنی ہی کم ہو، اس بارہ مین خداوند کریم
دلیری پسند نہین کرتا، (کتنی ہی قلیل جمعیتین کثیر جمعیتون
پر غالب ہوئین) اسکا فرمان ہے، جہانتک
ممکن ہو رفع فساد کی کوشش کرین، ہان جب
دیکھین کہ طرف ثانی خود پیشقدمی کر رہا ہے تو حق کو
اپنی طرف جان کر آمادہ دفع ہون، اور بعجز والحاح
خدا سے طالب امداد ہوکر اپنے مقام پر ثابت وراسخ
رہین، تامقدور مقبلہ رو جنگ نکرین، فتح خدا ہی کے ہاتھ مین ہے

اتنی مدت مین جو کچھ تجربہ سے معلوم ہوا وہ یہ کہ
دکن والون مین سے برہان پور و بیجاپور کے لوگ غرض
آشنا ہین انکا قول وفعل کسی طرح لائق اعتماد نہین بلکہ چاہیئے کہ
گجراتیون و کشمیریون کی طرح سمجھکر اس قوم سے بھی
احتیاط و احتراز رکھین،

فضل خدا سے جو کچھ سامان و اسباب اسوقت موجود ہین

موجود دارم اگر قدم بر قدم گذاشتہ صرف نمایند یقین کہ
طبقہ بہ طبقہ وفا خواہد کرد، والا زیادہ از دو سہ
سال کفاف نخواہد کرد،

کلمہ چہاردہم آنکہ این ہمہ خزانہ کہ در رکاب موجود
داشتم از برائے دلجمعی سپاہ وسایر لشکر خصوص از بودن
خزانہائے شاہی کار سرکار آباد می باشد واز آبادی
آنہا مخالف ولشکر مخالف خود بخود پریشان میشود
الحمدللہ کہ از ابتدائے انتظام این دولت تا این
ہنگام رحلت حق سپاہ خود زیادہ از دو سہ ماہ برخود
باقی ندارم اما باوجود این از سپاہ خود آنقدر می ترسم
کہ از سپاہ مخالف نمی ترسم باید کہ انہا را در ہمہ حال
از خود بیدل نباید داشت کہ در جمیع اوقات رفیق
وباعث انتظام امور دولت اند۔

کلمہ پانزدہم آنکہ بمقتضائے بشریت امرے
ناشایستہ در پیری از من سرزد، والحال چنانچہ
محل نو قرار یافت ازانجا کہ مقدمہ ناموس است
پاس آن ہمہ وقت ملحوظ باشد چنان نشود کہ انگشت
اعتراض مردم درمیان آید،

کلمہ شانزدہم آنکہ زنار داران دکہنی ہمہ قابل کشتنی

اگر احتیاط سے آہستہ آہستہ خرچ کرین تو یقین ہے کہ
نسلاً بعد نسل کئی پشتون تک کافی ہوگا ورنہ دو تین
سال سے زیادہ کام نہین دیسکتا،

جو کچھ خزانہ موجود ہے وہ لشکر و سپاہ کی دلجمعی کیلئے
ہے، شاہی خزانے کی موجودگی سے تمام سرکاری کام
اچھی طرح چلتے ہین، اس سے مخالف ولشکر مخالف خود
بخود خائف و پریشان رہتا ہے، الحمدللہ ابتدائے
حکومت سے اسوقت رحلت تک دو تین مہینون سے
زیادہ حق سپاہ اپنے اوپر باقی نہین رکھتا، لیکن باوجود اسکے
اپنی سپاہ سے اسقدر ڈرتا ہون کہ مخالف کے لشکر سے بھی
نہین ڈرتا، چاہیئے کہ انکو کسی حال مین اپنی طرف سے
بد دل نکرین کہ یہ ہمیشہ اچھے رفیق اور انتظام امورِ
حکومت کا باعث ہوتے ہین،

بمقتضائے بشریت اس پیری مین جب ایک مجبورانہ
فعل سرزد ہوا اور اب ایک محل نو قرار پاچکا ہے تو چونکہ
عزت و ناموس کا معاملہ ہے اسلئے اسکا لحاظ رکھنا
ہمیشہ ضروری ہے کہ مبادا لوگون کی انگلیان
اعتراضاً نہ اٹھین،

دکہنی برہمن گردن مارنے کے قابل ہین خصوصاً اس

وگردن زدنی[1] خصوص سرگروہ این قوم دو کافر کہ یکے مورو و دیگر راما اس کہ برہم زن کاخ دولت صد سالہ اند در قلعہ محمد نگر قید کردہ ام، در قید داشتن اینہا درستی کارہاے دولت دانند ہرگز از قید خلاص نسازند، چنانچہ لفظ پنڈٹ خانہ کہ در عالم مشہور است عبارت از قید خانہ این قوم است ۔

کلمہ مقدم آنکہ الحال بردیدہ و مردم کارخانہ خود را برکارخانہ جات مامور بکنند کہ مہلت زیادہ از دو سہ ساعت یافتہ نمی شود شمارا بخداے کریم سپردیم کہ ہدایت نصیب کند و در ہمہ حال نصیر و معین شما باشد وسایۂ عنایت از سر شما باز نگیرد،

قوم کے دو فرد (مورو اور راما اس) جو قدیم دولت و سلطنت کے برباد کر دینے والے ہین، ہین نے ان دونون کو قلعہ محمد نگر مین قید کیا ہے، چنانچہ پنڈٹ خانہ جو مشہور عام ہے انہین کے قید کی جگہ ہی ان دونون کو قید رکھنا سلطنت کے نظام و خوشحالی کو قائم رکھنے کیلئے ضروری ہی ہرگز ہرگز کبھی انکو آزاد نہ کرین،

اب جاؤ اور اپنے لوگون کو ضروری کامون پر مقرر کرو وقت کچھ زیادہ باقی نہین، ہین نے تمکو خدا کے حوالہ کیا کہ وہ ہدایت نصیب کرے اور ہر حال مین تمہارا پشت پناہ و مددگار رہے اور اپنی عنایت کا سایہ تمہارے سر سے نہ اُٹھائیے،

ابوالحسنات ندوی

[1] زنار دار سے مراد خاص برہمن قوم ہے، عام ہندو نہین، عام ہندوؤن کے متعلق نواب مرحوم کی جو راے ہے وہ اوپر گذر چکی، برہمنون کے متعلق جو کچھ نواب مرحوم نے کہا بالکل سچ کہا، دکن کی تاریخ پڑھ جاؤ، جب کبھی کوئی فتنہ اُٹھا تو اسکا سرچشمہ یہی برہمن تھے،

تلخیص و تبصرہ

عرب کانفرنس

گذشتہ جنگ اقوام نے آزادی و استقلال سیاسی کی جو روح تمام دنیا کی قومون مین پھونکدی ہی اس سے کوئی قوم بھی مستثنیٰ نہین، عرب، شام، اور عراق گویا تمام عربی بولنے والی قومین جو قبل از جنگ ترکی حکومت کے ماتحت تہین، انھون نے اثناے جنگ مین آزادی کا علم بلند کیا، اور حکومت سابقہ سے الگ ہوگئین، اس انقلاب نے گویا مشرقی جنگ کے فیصلہ کو یکسو کر دیا،

جس امید مین ان ملکون نے اپنی سابقہ حکومت سے علٰحدگی اختیار کی، اسمین وہ کہانتک کامیاب ہوئین، اسکا فیصلہ ابھی قبل از وقت ہے، آنیوالے واقعات خود بتا دینگے، لیکن اسوقت جو کشمکش جاری ہے وہ یہ ہے کہ عرب علانیہ اسکا اعلان کر رہے ہین کہ ہم نے اپنی آزادی اور سیاسی استقلال کے لئے ترکی حکومت کا جوا اتار پھینکا تہا، اور اب ہم کسی قوم کی ماتحتی و حکمبرداری کا طوق اپنی گردن مین ڈالنا نہین چاہتے،

اخبارات مین اسکی اطلاع شایع ہو چکی ہے کہ گذشتہ کسی مہینہ مین عربون کی ایک سیاسی انجمن شام مین منعقد ہوئی، اب عربی اخبارات کے ذریعہ سے اسکی تجاویز کی تفصیلات بھی آگئی ہین،

کل تجاویز کی تعداد تیس ہے جو گویا زیر تجویز عربی جمہوری حکومت کے بنیادی و اساسی قوانین ہین، اسمین ملکی طریق انتظام و حکومت، حقوق رعایا، نائبین ملک، چھوٹی جماعتون کے استحفاظ حقوق، تعلیم، تجارت، صنعت و حرفت اور خارجی تعلقات وغیرہ کے عام قوانین کی سیاسی تشریح و تفصیل ہے، ان تجاویز کو پڑھکر حیرت ہوتی ہے کہ نا قابل حکومت ترکون کے ماتحت رہ کر عربون نے یہ درس سیاسیات کہان حاصل کیا، مغربی ارباب سیاست کی زبانی ہم آج تک یہی سنتے آئے تھے کہ ترک حکومت کی

اہلیت نہین رکھتے کیونکہ وہ رعایا کی تعلیم وغیرہ کا کافی انتظام نہ تو کرتے ہین اور نہ کر سکتے ہین، مگر ان تجاویز کو پڑھکر ہر شخص اس بیان کی تکذیب کریگا، کیونکہ اس سے تو اس بہترین دماغی ترقی کا ثبوت ملتا ہے جسکے اعتبار و نظائر ان ممالک مین بھی نہین ملتے جو صدیون سے یورپ کی بڑی سے بڑی متمدن تعلیم یافتہ اور حریت پرور حکومت کے ماتحت رہتے آئے ہین،

ہم یہان تمام تجاویز کی تفصیل تو نہین دیسکتے، لیکن چند مخصوص تعلیمی و علمی تجاویز کا اقتباس کرتے ہین،

تمام ملک مین لڑکون اور لڑکیون کے لئے چھ سے چودہ برس کے سن تک جدید لائحہ تعلیم کے مطابق تعلیم لازمی و جبری ہوگی، تمام بلاد عربیہ مین صرف ایک دستور العمل تعلیم جو ہر طرح کے مذہبی آب و رنگ سے خالی ہو جاری کیا جائیگا، تمام ابنائے وطن کو باوجود اختلاف مذاہب ایک ہی طریق و نہج پر علوم عصریہ، مبادی وطنیت اور قومی اتحاد و اخوت کی تعلیم دیجائیگی، البتہ مخصوص دینی و مذہبی مدارس کو خالص دینی تعلیم کا عام اختیار ہوگا مگر یہ شرط ضروری ہے کہ کسی دینی مدرسہ مین عام وطنی دستور العمل تعلیم کے خلاف کسی چیز کی تعلیم نہو۔

کیا اس طرز تعلیم مین دست غیر کا اشارہ ہے ؟

مشرقی عورتون کے حقوق و مساوات کے متعلق،

ہم مشرقی عورتون کی ترقی اور انکو ان ناروا پابندیون سے آزاد کرنیکے لئے کوشش کرنا چاہتے ہین جنھون نے اس صنف محترم کو معطل و عضو مفلوج بنا رکھا ہے، ہم ان مشکلات کو کم کرنے مین پورے جد و جہد سے کام لین گے، جنھون نے مرد اور عورت کے درمیان ایک غیر مساویانہ تمدنی و معاشرتی امتیاز و فرق پیدا کر رکھا ہے،

اس خیال کی بلندی ہیبت ناک ہے!

" ملک کے تمام ابتدائی و اعلیٰ مدارس اور حکومت کی دفتری و سیاسی زبان عربی ہوگی اور جو لوگ کسی غیر ملکی تعلیم گاہ مین تعلیم حاصل کرینگے، انکے لئے ملکی مجلس امتحانات مین عربی ہی زبان مین امتحان دینا لازمی ہوگا، جسطرح کہ غیر ملکیون کے لئے جو اپنے فنون و تجارت و صنعت کو ہمارے ملک مین رواج دینا چاہین گے، یہ ضروری ہوگا کہ وہ اسکا ذریعہ عربی ہی زبان کو قرار دین "

ہر نئی آزادی و استقلال حاصل کرنیوالی قوم کو ابتداءً اپنے معاملات مین بیرونی اعانت و امداد کی ضرورت ہوتی ہے، اس عربی حکومت جمہوریہ مین ان غیر ملکی مددگارون کی کیا حیثیت ہوگی، اسکے متعلق عربون کی یہ تجویز ہے،

غیر ملکیون سے ہم سر دست مختلف ماہرین سیاست و علم و فن کو اپنی ملکی ضروریات کے لئے بلائین گے، انکی حیثیت ہمارے وطنی عہدہ دارون کی سی ہوگی جو ہمارے ملکی و اندرونی انتظامات مین ہماری مدد کرینگے اور جب انکی ضرورت پوری ہو جائیگی تو انکا انکو معاوضہ و حق الخدمت دیکر رخصت کر دینگے، کیونکہ ہم ادائے حقوق و معاوضہ خدمت کو پسند کرتے ہین نہ کہ دوسرون کی خیرات و صدقات کو آج ہمارا ملک اپنے مواقع و حالات اور جوش فرزندان وطن سے دولتمند ہے،

اگرچہ ابھی ان خیالات و عزائم کو "خواب پریشان" کہا جا سکتا ہے لیکن اگر اس خواب کی تعبیر عملاً حسب منشا نکلی تو پھر شاید یہ آج کی تلخی کی کل کچھ تلافی کر سکے ۔

خلافت اور عرب

یورپ کی گذشتہ عظیم الشان جنگ جب ختم ہوئی تو مسلمانون کے لئے سب سے زیادہ اہم مشکلات پیدا ہوئین، سلطنت عثمانیہ کی تقسیم، مقامات مقدسہ کا استحفاظ، اور اسلامی خلافت ان مسائل سے کے فیصلہ پر مسلمانون کی قومی و مذہبی فنا و بقا کا دار و مدار ہے، مسیحی دنیا کی یہ قدیم خواہش ہے کہ وہ ترکون سے اسلامی خلافت کا تعلق منقطع کردے، یہ سوال یورپ کی سیاسی مجلسون مین آج سے پہلے بھی بارہا اٹھ چکا ہے، اس جنگ مین عرب کی ترکی حکومت سے علٰحدگی و آزادی نے یورپ کو اپنے اس مقصد کے پورا کرنیکے لئے بہترین موقع دیدیا، چنانچہ جنگ کے ختم ہوتے ہی اس قسم کی آوازین اُٹھنے لگین،

عرب پیغمبر اسلام کا مولد و منشا ہے اور وہان کی قوم رسول اللہ صلعم کی قوم ہے، اس بنا پر نسل پرست قومون مین یہ جذبہ پیدا ہونا ناگزیر ہے، کہ رسول کی نیابت و خلافت بھی اسی کی نسل و قوم کا حق ہے، اگرچہ اس جذبہ مین انکی سیاسی اغراض کو بھی دخل ہے، لیکن ہم سیاست کے پہلو کو چھوڑ دیتے ہین اور صرف مذہبی نقطۂ نظر سے یہ بتادینا ضروری سمجھتے ہین کہ اسلام مین نسل و قوم کا سوال کوئی چیز نہین، خلافت کا تعلق تمام مسلمانان عالم سے ہے، اِسلئے تمام مسلمان عالم ہی کو اسکے فیصلہ کا حق حاصل ہے، مسلمان ہی یہ بتا سکتے ہین کہ انکا خلیفہ کون ہے؟

یورپ کے بعض اخبارات مین اس قسم کے مضامین نکلے ہین جنکا منشا یہ ہے کہ اسلامی دنیا کی خلافت کے مستحق عرب ہین اور آئندہ شریف حسین ملک العرب خلیفۃ الاسلام ہونگے، لیکن اس بارہ مین خود عربون کا ردیہ کیا ہے، اسکا علم عربی اخبارات کے حسب ذیل بیان سے ہوگا۔

اخبار الکوکب عدد ۱۵۹ اس رد افتراء کے زیر عنوان لکھتا ہے،

بعض بدغرض اصحاب یورپ کے اخبارات مین یہ لکھ رہے ہین کہ برطانوی حکومت

جلالۃ الملک "حسین" کو اس امر پر برانگیختہ کر رہی ہے کہ وہ خلافت اسلامیہ کا دعوی کرین حالانکہ ایسا کرنے مین مسئلہ شام کے متعلق سخت پیچیدگیان پیدا ہوجائینگی،

ہم بار بار اس افتراء کی تردید کی ضرورت نہین سمجھتے، القبلہ (مکہ معظمہ) مین حکومت ہاشمیہ کی طرف سے بارہا شاہی اعلانات شائع ہوچکے ہین کہ جلالۃ الملک "حسین" کا یہ بالکل ارادہ نہین کہ وہ تمام مسلمانان عالم کے اتحاد و اتفاق کے بغیر "امیر المومنین" کا لقب از خود اختیار کرلین،

امیر فیصل نے بھی برطانوی مدبرین سے گفتگو کرتے ہوے لندن مین صاف صاف اسکو ظاہر کردیا ہے کہ مسئلہ خلافت ان اسلامی مسائل مین سے ہے جنکا فیصلہ عالم اسلامی کے ہاتھون مین ہے تمام مسلمانان عالم ہی کی متفقہ آواز کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جسکو چاہے "خلیفۃ الاسلام" مقرر کرے،

"القبلہ" عنوان خلافت کے ماتحت ایک طویل مضمون مین لکھتا ہے کہ

الحمد للہ ہم (اہل عرب) ان مین سے نہین ہین جو کسی کے واجبی حقوق سے انکار کرین اور احسانات کو بھول جائین، ہم آج بھی باواز بلند یہ کہہ رہے ہین کہ اللہ تعالیٰ آل عثمان پر رحمت نازل کرے اور انکو ہم سے بہتر جزا عطا فرمائے، ہمکو انکی شاندار تاریخ کا اعتراف ہے، ہمکو انکے محاسن و مآثر سے انکار نہین گو ان مین کچھ ایسے اشخاص بھی گذرے جنکی روش و سیاست سے ہمین اختلاف تھا لیکن اچھے اور برُے کس قوم مین نہین ہوتے، تاریخ بتاتی ہے کہ ابتدا مین بھی ہم (اہل عرب) وہ لوگ تھے جنھون نے انکی عثمانیت کے ساتھ ساتھ انکی حکومت کو اسلامی حکومت تسلیم کیا تھا، اور آخر مین بھی ہم ہی وہ لوگ ہونگے جو انکی اس خصوصیت کو قائم رکھنے اور اسکی حفاظت کی کوشش کرینگے، اور اس مسئلہ خاص (خلافت) کے لئے گذشتہ شاہی اعلانات کافی ہین،

القبلہ نے آخر مین ایک شاہی اعلان بھی نقل کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ

بعض لوگ ملک العرب حسین کو امیر المومنین کے لقب سے یاد کرتے ہین وہ ایسا نہ کرین کیونکہ یہ لقب خلافت ہی جسکا انکو دعوی نہین،

اخبارِ علمیہ

چند سال گذرے کہ حکومت ہند نے ڈاکٹر سٹین کی سرگردگی مین ایک وفد وسط ایشیا کو بھیجا تھا اس نے حدود چین پر ایک عمیق و قدیم غار مین چار ہزار سے زیادہ چینی کتابین پائی ہتین، مزید تحقیق سے معلوم ہوا کہ آغاز ق-م سے دسوین صدی میلاد تک کے درمیان کی لکھی ہوئی کتابین ہین، اور یہ قدیم کتبخانہ سات مختلف لغات کی کتابون پر مشتمل ہے، کتابون کے غار مین پائے جانے سے یہ قیاس کیا گیا کہ شاید انکے مالکون نے وحشی قومون کے حملون سے ڈر کر بغرض حفاظت انکو یہان چھپا دیا تھا، غار کا منھ بہت مستحکم طور پر بند کیا گیا تھا، اسی وجہ سے باوجود امتداد زمانہ اتبک کیسیکی نگاہ ان کتابون پر نہین پڑی، اور وہ ہنوز صحیح و سالم باقی رہین،

آج سے چند سال پیشتر ایک مغربی عالم جان گرہیم نے رسالہ ہیبرٹ (فلسفی و علمی رسالہ) مین یہ دعوی شایع کیا تھا کہ میرس (ایک عالم نفسیات) کی روح نے بعد از وفات مجھسے گفتگو کی، اس نے کہا کہ وہ یہان اپنی سابق دنیاوی زندگی سے اچھی زندگی مین ہے، اب وہ پھر دنیا مین آنا پسند نہین کرتی، لیکن وہ ابھی تک دنیاوی تعلقات کو فراموش نہ کرسکی، اور وہ ہنوز قرب الٰہی سے بہت دور ہے، اس روح نے یہ بھی بیان کیا کہ جسم سے نکلنے کے بعد روح پر چہہ برس ایسے گذرتے ہین کہ وہ حالتِ خمول مین رہتی ہے اور اسمین کسی قسم کا وجدان نہین ہوتا، پھر وہ زمین اور اسکے علائق سے دور ہوجاتی ہے اور اسکے بعد دوبارہ دنیا سے اسکا کسی طرح کا تعلق قائم نہین رہتا -

---

بعض آلات کے ذریعہ سے آفتاب کے گرد کچھ سیاہ اور زیادہ تر سرخ لکیرین نظر آتی ہتین جنکا سبب یہ تھا کہ آفتاب اپنی بعض شعاعون کے لئے کرۂ ہوائی سے آکسیجن جذب کرتا تھا لیکن چونکہ انکا رنگ بہت ہلکا ہوتا تھا، اسلئے دور کے سیارون کے گرد اس قسم کی لکیرین نظر نہین آتی تہین، لیکن پروفیسر لول نے فوٹوگرافی کا ایک ایسا آلہ ایجاد کیا، جس سے ہلکی سی ہلکی روشنی بھی نمایان ہوسکتی تھی، پروفیسر موصوف نے اس آلہ کے ذریعہ سے دوسرے چھوٹے سیارون کی تصویرین لین تو انکے گرد بھی اسی قسم کی لکیرین نظر آئین اور ان سے ثابت ہوگیا کہ ان سیارون کی فضا بھی آکسیجن سے خالی نہین، متعدد دلائل سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ ان سیارون کی فضا مین ہیڈروجن اور بخارات مائیہ بھی موجود ہین اور چونکہ انکی سطح زمین سے زیادہ گرم ہے اسلئے انکی مقدار زمین سے بھی زیادہ ہے،

جہازون کے فاصلے اور انکے مواقع کے دریافت کرنے کے لئے ایک برقی طریقہ یہ ایجاد کیا گیا ہے کہ ہر جہاز مین ایک گھڑی رکھدیجاتی ہے، جسکی سوئی ایک ایسی برقی رو سے حرکت کرتی ہے جو بغیر تار کے اسمین پہنچتی ہے، اس جہاز مین ایک توپ بھی رکھدیجاتی ہے، جسکا چلنا برقی آلہ کو حرکت دیتا ہے، جب وہ جہاز کسی مصیبت مین مبتلا ہوتا ہے اور توپ چلائی جاتی ہے تو برقی آلہ کو گردش ہوتی ہے اور اسکا اثر فوراً ان برقی آلون پر پڑتا ہے جو دوسرے جہازون مین لگے ہوے ہوتے ہین، اسکے بعد جو لوگ ان جہازون مین ہوتے ہین توپ کی آواز سنتے ہین، لیکن جسقدر جہاز کا فاصلہ ہوتا ہے، اسیقدر آواز کے پہنچنے کا وقت مختلف ہوتا ہے، کیونکہ آواز ہر منٹ مین ایک متعین مسافت طے کرتی ہے، اسلئے جو گھڑی برقی طاقت سے حرکت کرتی ہے، اسکی ابتدائی حرکت اور توپ کی آواز سننے مین فرق معلوم ہوتا ہی شلاً اگر توپ کی آواز ۲۰ سکنڈ مین پہنچتی ہے تو یہ معلوم ہوجائیگا کہ جہاز کا فاصلہ ۲۲ ہزار فیٹ ہے -

فن پرواز کی ترقی نے اب آلات پرواز کو سفر و تجارت کیلئے بھی مفید ثابت کیا ہے، پیرس اور لندن کے درمیان ہوائی جہاز تجارتی مال اور ڈاک بھی لانے لگے ہین، یہ طریقہ تجارتی حیثیت سے نہایت کامیاب ثابت ہوا ہے، کیونکہ اسطرح اسباب تجارت بسرعت و حفاظت پہنچتے ہین نیز محصول بھی کم پڑتا ہے، انگلستان مین لندن اور بروکسل کے درمیان بھی اس سلسلہ کو جاری کرنیکی تجویز ہو رہی ہے -

اس پر بھی غور و خوض کیا جا رہا ہے کہ کرۂ ہوا کے سفر کا یہ سلسلہ یورپ اور امریکا کے درمیان بھی قائم کیا جائے، اس مقصد کے لئے بڑے بڑے مضبوط و مستحکم اور تادیر طاقت پرواز رکھنے والے طیارے بنائے جا رہے ہین، ایک طیارہ کو اڑا کر یہ تجربہ کیا گیا جو سات ہفتہ تک کامیابی کے ساتھ برابر اڑتا رہا -

نیویارک (امریکہ) اور لیورپول (انگلستان) کے درمیان بھی اس سلسلہ کے قیام کا تجربہ کیا جا رہا ہے، ان طیارون کے ساتھ تمام ضروری آلات ہوتے ہین، یہانتک کہ اُنکے لئے ایندھن اور ہیڈروجن پیدا کرنے کے بھی -

---

اس عالمگیر جنگ یورپ سے پہلے روسی علاقہ قفقاز مین مسلمان طلبا کی جو تعداد تھی وہ حسب ذیل ہے

(۱) قفقاز کے شاہی مکتب مین ۵۹۰،

(۲) مختلف ثانوی مدارس مین ۵۵۸،

(۳) مختلف مکاتب نسوان مین ۴۰۵ لڑکیان،

(۴) دار الصناعہ مین مسلمان لڑکے ۱۹۱،

ادبیات

یہان اکتوبر کے ابتدائی ہفتہ مین حسن اتفاق سے ایک ایسی صحبت رہی جسکے اکثر ارکان شاعر تھے، مولوی فضل الرحمن صاحب بی۔ اے ال، ال بی، مولوی سجاد انصاری بی۔ اے ال، ال، بی بارہ بنکی سے اور مولوی عبدالحی خان صاحب بی، اے ڈپٹی کلکٹر گیا سے تشریف لائے تھے، بقیہ شرکاے بزم مقامی تھے، ایک شب شعر و سخن کا دلچسپ تذکرہ تھا، اس مجلس مین شعرا سے خواہش کیگئی کہ ہر صاحب اپنے کلام مین سے اپنی پسند کے دو منتخب شعر فرمائین چنانچہ سب صاحبون نے اشعار پڑھے، ہم ان اشعار کو ناظرین معارف کی دلچسپی کے لئے بترتیب درج کرتے ہین،

مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم، اے، ال، ال بی -

اچھی نہین ہی گرم روی اس دیار مین
مین چھپگیا خود اپنے اٹھائے غبار مین

رخ جانان پہ دیکھی کشمکش شرم و تبسم کی
قیامت ہے نگاہِ آرزو کا گدگدا دینا

مولوی فضل الرحمن صاحب بی اے ال، ال بی

رو رو کے گذاری شبِ غم شمع نے لیکن
نیند آہی گئی جنبشِ دامانِ سحر سے

ظرف کسکا ہی کہ تا ب بادہ نوشی لا سکے
دور مین چشم خمار آگین کے جام آتے تو ہین

مولوی عبدالحی خان صاحب بی۔ اے

تری بے باکیٔ ساقی تری چتون مبارک ہین
اسی دن کے لئے مین نے بچا رکھا تھا دامن کو

قفس مین چن دیئے تنکے بھرا پھولون سے دامن کو
مگر صیاد نادان کچھ نہ سمجھا میرے شیون کو

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی

مری نگاہ مین اسرارِ عشق ہین پنہان
کہ تم سے کی ہے اشارون مین گفتگو برسون

صیاد و باغبان کی بھی پڑتی ہین نگاہ
بگڑی ہوئی یہ شکل مرے آشیان کی ہے

مولوی سجاد صاحب انصاری بی۔اے، ال، ال بی۔

دل ٹوٹتے ہی رازِ محبت بھی کھل گیا
اللہ ری بے ثباتیٔ پیمانِ آرزو

تغافل کو برا کیون مانتین یاد پسیان میری
حیا کا طرز کتنا تھا کہ آگاہِ تمنا ہے

مولوی مرزا احسان احمد صاحب بی۔اے، ال، ال بی

مین کیا بتاؤن تجھسے کہ ہنگامِ عرضِ شوق
کیا کیا ادائین تھین نگہِ شرمسار مین

احسان دیکھنا یہ تری خاکِ دل نہو
ذرے چمک رہے ہین کچھ اُٹھتے غبار مین

مولوی ابوالحسنات ندوی

اللہ رے انبساطِ نشانِ سجود بھی
گم ہوگئے ہین نقشِ کفِ پای یار مین

نہ پنہان اسکی ہستی مین اگر رازِ فنا ہوتا
تو پھر یہ مشتِ خاکِ انسان کیون ہونا خدا ہوتا

کلامِ دانا

از مولوی حکیم رکن الدین صاحب دانا

موصوف دار العلوم ندوۃ العلماء کی سب سے پہلی فارغ التحصیل جماعت کے ایک رکن ہین کسی مزید تعارف کی ضرورت نہین کیونکہ آپ اپنی طبی مشغولیتون کے باوجود اخبارات و رسائل مین کچھ نہ کچھ برابر لکھتے رہے ہین، اس ذریعہ سے آپ اخباری عالم مین بحیثیت ایک عمدہ مضمون نگار کے خاص شہرت رکھتے ہین، شعر و سخن کا بھی اچھا ذوق ہے، دوسری باتون کے علاوہ ذیل کی غزل مین تسلسل کا وصف مخصوص قابلِ لحاظ ہے، غزل کی صنف حسن و عشق کی مختلف کیفیات و واردات کیلئے

مخصوص سمجھی جاتی ہے، اِس مین اس سے اختلاف نہین لیکن کیا اس جدید طرزِ غزل پر بھی ہمارے شعراء کی توجہ ہوگی؟

نہ سودا تھا کبھی مجھکو کسی کی زلفِ پیچان کا
نہ لذت آشنا دل تھا کسی کے دردِ ہجران کا

نہ شکوہ لب پہ تھا بدقسمتی کا چرخِ گردان کا
نہ مرغِ صبح کا، گھڑیال کا خوابِ پریشان کا

نہ غم کا درد کا رنجِ دوام کا روز کا شب کا
نہ تپ کا ہجر کا سوزِ درون کا آہِ سوزان کا

نہ خارِ دشت کا صحرا کا، یا کا دشت گردی کا
نہ وحشت کا، جنون کا، دست کا چاکِ گریبان کا

نہ آنکھین ڈھونڈھتی تھین کچھ، نہ تھی کوئی ہوس دل مین
نہ پروائے رقیبان تھی نہ منت کش تھا دربان کا

غرض ہر طرح تھا امن و امان صبر و سکون مجھکو
نہ تھی کوئی خلش دل مین نہ ڈر تھا جان و ایمان کا

مگر اب ہون وہی دانا کہ بیتابی ہے اور مین ہون
گیا صبر و سکون اُلٹا ہوا دل، دشمنِ جان کا

غزل فارسی

بزمِ عیش است و دلا! بادہ بجام است اینجا
زہد مفروش کنون توبہ حرام است اینجا

ساقی و مطرب و چنگ و ہمہ اسبابِ نشاط
فرصت بادکنون ہر بکام است اینجا

فرصت از دست مدہ آنچہ توانی دریاب
غمِ فردا ہمہ اندیشۂ خام است اینجا

خرم نیست چہ بر سر ردَ دانہ دستِ ہوس
رہِ عشق است و ہمہ دانہ و دام است اینجا

عالمے ہست دگر گوشۂ حرمانِ مرا
صبح را نیز برخ غازۂ شام است اینجا

ہیچ نخچیر بردن جستہ ز دامِ صیاد
نقش ہر گام خودم حلقۂ دام است اینجا

زاہد از جنبشِ طولی نتوان گفت سخن
جادۂ دلبر طاؤس خرام است اینجا

بادہ بیش آر کہ سرمست از ین رہگذرم
کوی عشق است و عمر العزیز گام است اینجا

مجلسِ وعظ کجا و سخنِ یار کجا
ہمہ دانند کہ واعظ ز عوام است اینجا

کوکبِ شعر ترا اوجِ قبولِ عام است
نیر از گفتۂ تو زہرہ عام است اینجا

آثارِ علمیہ و ادبیہ

نامۂ شبلی

خان بہادر مولوی بشیر الدین صاحب ایڈیٹر البشیر (اٹاوہ) کے نام

متعلق استعفا از نظامت سررشتہ علوم و فنون حیدرآباد دکن و قیام علیگڈھ کالج و ندوہ

(۱)

مکرمی - اصل یہ ہے کہ مین اخبار ہندوستانی مین اکثر ہندوؤن کے ایثار نفس کے واقعات پڑھا کرتا تھا، اور ہر دفعہ مجھکو ایک نیا جوش پیدا ہوتا تھا، یہانتک کہ ایک دفعہ ہندوستانی کا پرچہ دیکھکر اسقدر اثر ہوا کہ اسی وقت مین نے ظفر علیخان کو بھیجا کہ عماد جنگ سے کہو کہ میرا منصب (جو رک گیا تھا) جاری کرا دین تو مین فوراً استعفا دیکر چلا جاؤن، لیکن عماد جنگ کچھ نہ کر سکے، بالآخر مین نے دلیری کرکے استعفا دیدیا اور چلا آیا، منصب پھر جاری ہو گیا، ارادہ بھی یہی تھا اور ہے کہ علی گڈھ اور لکھنؤ دونون جگہ بحصہ مساوی قیام کرون، لیکن لکھنؤ آکر دیکھا تو موجودہ ناظم کی کجروی سنے ندوہ کو جان بلب کر دیا ہے، دیکھا نہ گیا کوشش کرکے انکو نظامت سے ہٹایا، اور دار العلوم کو اپنے ہاتھ مین لیا، چونکہ تمام امور درہم برہم ہین، دو تین مہینے مستقل قیام کرنا پڑیگا، تاکہ انتظام کے پرزے کام دینے لگین امید ہے کہ جب ایک ڈھچر قائم ہو جائے تو علی گڈھ جانے اور رہنے کا موقع ملے، یہان کے طلبا مین جو روشن خیالی جدت اور قابلیت علمی ہے بخدا مدارس عربیہ مین اسکا پرتو تک نہین،

کسی قومی کام پر اپنے آپکو وقف کرنا بڑا کام ہے میرا منھ نہین کہ مین یہ دعوی کرون اسلئے مین نے اپنے منھ سے یہ حرف نہین نکالا البتہ طریق عمل سے لوگون نے قیاس کیا اور شہرت دی، ہان انجمن کا کام جاری رہے، بابو صاحب کو کہیئے کہ کتابین بھیجدین، ندوہ کی ہمدردی پر بعض حامیان کالج مجھکو تعجبانہ نگاہ سے دیکھنے لگے ہین لیکن مین اسکو کیا کرون میرے نزدیک ندوہ کے مقاصد کالج کی قوت دینے والے ہین،

شبلی

ترقی اردو

۳ - جون ۱۹۰۸ء

(۲)

متعلق اختلاف مابین

مکرمی - آپ کے ہان کے لڑکے آئے تھے، اور آپکا خط لائے تھے، مین نے ان سے کہدیا تھا کہ آج دفتر بند ہے کل اسی وقت آئیگا، مین کتابین دیدونگا، معلوم نہین پھر وہ کیون نہین آئے۔

مین ایک مدت سے دیکھ رہا ہون کہ آپکا برتاؤ میرے ساتھ نہ دوستانہ ہے نہ صاف دشمنانہ، لیکن یہ حالت تو کچھ اچھی حالت نہین، یکسو ہوتا تو بہتر ہوتا، مین نے بہت غور کیا کہ آپکے اس تغیر مزاج کی کیا وجہ ہے، کچھ سمجھ مین نہ آیا، ابتدا اسکی انجمن اُردو کے قیام کے زمانہ سے ہوئی، جسکی مطلق کوئی وجہ نہ تھی، خیر اب تو مین اسکا سکریٹری بھی نہین رہا، میرے تعلق سے آپ ندوہ سے بھی بیزار ہین، یہانتک کہ ندوہ کی رپورٹ بھیجی گئی تو رسید تک نہین، مین خود مضامین بھیجتا ہون تو آپ چھاپتے تک نہین، مثلاً حال کا مضمون " راجپوتون پر "، ممکن ہے کہ آپ کے خلاف تھا تو ریمارک کر دیتے۔

بہرحال میرے نزدیک صاف دلی سے ملنا بہت اچھا ہے، گو مخالفت ہی ہو، ایسی کج دار و مریز تعلق سے کیا فائدہ۔

شبلی

ندوہ، لکھنؤ

۳ - جون ۱۹۰۸ء

باب التقریظ والانتقاد

دیوان میر رضی

از قاضی احمد میان اختر (جوناگڑھ)

سنہ ۱۳۲۴ھ مین جبکہ راقم کے برادر مکرم مرحوم سومنات پٹن تشریف لیگئے تھے، اسوقت پٹن مین راقم کے خویش واقارب کے ہان اُنکے بزرگون کا ایک بہت بڑا کتبخانہ تہا، جو بسبب مرور ایام وعدم انتظام قریب معدوم ہوجانے کے تہا، بہائصاحب مرحوم کو اسکے دیکہنے کا اشتیاق تہا، چنانچہ اُنھون نے اسکو ٹٹولا تو تمام ذخیرۂ کتب کو دیمک کی نذر پایا، صرف ایک قلمی نسخہ صحیح وسالم "دیوان میر رضی" کا ہاتھ لگا، یہ دیوان اسوقت راقم کے پاس موجود ہے، مگر افسوس ہے کہ سوائے تذکرۂ آتشکدہ کے کسی تذکرہ مین میر رضی کے حالات کا پتہ نہین چلتا، مین نے بیسیون تذکرے اس مطلب کے لئے دیکہہ ڈالے، تاہم اس دیوان کے مطالعہ سے بعض حالات کا انکشاف ہوا ہے جنکو مجملاً ہدیۂ ناظرین کرتا ہون،

مصنف کا نام جو دیوان کے آخر مین لکہا ہوا ہے "میر رضی ارتیمانی" ہے، صاحب آتشکدہ نے صرف سطور ذیل پر اکتفا کیا ہے،

"میر رضی از سادات ارتیمان (ہمدان) من محال توسرکان سیدے کریم الطبع حسن الخلق بودہ تخلص باسم می کند، تخمیناً یک ہزار گفتہ از دست بد نگفتہ!"

اور نمونۂ کلام مین چند اشعار انکے دیوان سے نقل کردیئے ہین، اسکے سوا کچھ نہین لکہا، البتہ مصنف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاہ عباس صفوی کے عہد مین تھے، جسکی سلطنت کا زمانہ سنہ ۱۶۴۲ء سے سنہ ۱۶۶۶ء تک ہے، چنانچہ شاہ عباس کی مدح مین چند قصائد پائے جاتے ہین، ایک قصیدہ کے

دو شعر پیش کرتا ہون جنمین شاہ عباس کا نام آتا ہے :-

بجز رمے کہ در دورِ عباس شاہ   بہ کا ہے بہ بخشند کوہے گناہ

سکندر توان و سلیمان شدن   ولے شاہ عباس نتوان شدن

میر رضی مذہباً شیعہ تھے، اور شیعہ بھی غالی جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے معلوم ہوگا جو حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شان مین لکھے ہین،

دیگر بخداے برنداری دست   بشناسی اگر علی عمر آن را

ای خجل از مدح تو مدح وثنا   عاجز اندر سیر تو عقل بشر

منکہ ز شعرم چہ تو مدحم کدام   اے خلاد مصطفایت مدح گر

کس نبودے مثل تو مانند او   مثل خود میداشتی ایزد مگر

او ست باللہ او ست مجری قضا   او ست باللہ او ست منشی قدر

گر شفیق ما نہ کیف المدار   ور شفیع ما نہ این المفر

مصنف کے حسن اخلاق اور کریم الطبعی کی نسبت صاحب آتشکدہ کا بیان کافی ہے، دنیوی حالت کے لحاظ سے شاید وہ تنگ دست تھے، اسلئے کہ جو قصائد انھون نے بادشاہ کی مدح مین لکھے ہین اُنمین جا بجا اُسکی طرف اشارہ پایا جاتا ہے،

جام جہان نماست ضمیر منیر تو   یک یک درو نمایان احوال این و آن

شرح غمِ فقیران از رنگ چہرہ یاب   دردِ دلِ اسیران از لوح جبہ وان

باللہ ہر کہ ہر چہ تمنا کند دہی   دادہ ترا چہ حاجت امداد این و آن

بخشیدہ ہر چہ باید و شاید ترا خدا   تو نیز بخش ہر چہ بہر کس کہ میتوان

خواہی کہ دمبدم زخدایت مدد رسد   امدادِ ناتوان بفرمانے ناتوان

کارِ شکستگان جہان رادرست کن   کارت درست ساختہ یزدان ازین جہان

گاہے سوال عاجز و مسکین و بینوا   حرفِ "نہ" ہرگزت نگذشت است بر زبان

تعجب نہین اگر میر رضی ہندوستان مین بھی آچکے ہون، ذیل کے دو شعر اسکی تائید کرتے ہین.

بگیرید زنجیرم اے دوستان   کہ ہیلم کند یاد ہندوستان

ندیدم جز جفا از خط و خالش   نمی دارد وفا ہندوستانی

کلام ہر صنف نظم مین میر رضی کا کلام موجود ہے، اور اس سے شعر و سخن پر انکی پوری قدرت ظاہر ہوتی ہے، میرے خیال مین متاخرین شعراء ایران قاآنی و نشاط وغیرہ کے کلام کے ساتھ اُنکے کلام کا مقابلہ کرنے سے انکی وقعت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے، انکے کلام پر صاحب آتشکدہ نہایت مختصر، مگر ناک بھون چڑھا کر "بدنگفتہ" کہکر رہ گیا ہے، اور اسطرح انکو بالکل ایک معمولی درجہ کا شاعر خیال کرکے اُنکے ساتھ زیادہ اعتنا نہین کیا، ورنہ ماہرین ادب فارسی کے نزدیک اُن کا کلام متاخرین مین سے بعض سے کمتر اور اکثرون سے بہتر درجہ حاصل کرنے کا مستحق ہے، معلوم ہوتا ہے کہ خود انکے زمانہ مین اُن کا کلام مقبول خاص و عام تھا جیسا کہ انکے اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے،

عالم از آدم تہی بودہ مگر   انجمنہا پُر ز دیوانِ رضی ست

میر رضی کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک قادر الکلام شاعر تھے، چنانچہ اُن کے اشعار کی کل تعداد جو اُنکے موجودہ دیوان مین تقریباً ۱۴۷۶ ہے، ان مین بعض کلام ایسی بحرون مین ہے جنمین سوائے قادر الکلام کے کوئی مشکل سے شعر کہہ سکتا ہے، وہ ہمیشہ چھوٹی بحرون مین لکھتے ہین حتی کہ بعض قصائد مین بھی اُنھون نے یہ روش اختیار کی ہے، قدما کے طرز پر ساقی نامے بھی لکھے ہین، اور

اُن مین برابر پہلے پھولے ہین، تنوع تخیلات، ندرت تشبیہات، سلاست زبان اور اکثر جگہ فارسی محاورات کا استعمال انکی غزلیات کا امتیازی وصف ہے.

ہمارے ہان "طمانچہ مار کر مُنہ لال رکھنا" محاورۃً بولا جاتا ہے. اسکی اصلیت فارسی ہے. چنانچہ میر رضی نے اسکو اسطرح کہا یا ہے،

رضی سان سرخ دارم از طپانچہ روی خود ترسم   کہ ننگ لاغری از گشتنم سازد پشیمانش

دیوان اُنکے دیوان کا قلمی نسخہ راقم کے پاس ہے، چھوٹی تقطیع پر ایرانی خط مین خوشنما لکھا ہوا ہے، جسمین غزلیات، قصائد، ساقی نامہ، رباعیات وغیرہ کل اشعار کی تعداد ۱۴۷۶ ہے، اس دیوان کا کاتب محمد صالح ابو المعالی الحسنی الخوارزمی التفرشی ہے، جس نے اس دیوان کو شہر لاہیجان مین ۱۰۵۵ھ مین لکھا ہے

اس دیوان سے یہان چند اشعار نمونۃً نقل کرتا ہون،

ہجرت ز وصل غیر خبر می دہد مرا   مرگم نویدِ مرگ دگر می دہد مرا

در خاطرِ آن شوخ مگر نالہ اثر داشت   کامشب قلم از نالۂ خود ذوق دگر داشت

گر سایۂ برگِ گل فتد بر تو   بر عارض نازکت نشانِ ماند

افتادہ ام بہ بستر مرگ از تغافلت   سنگین دلا بیک نگہم می توان خرید

تا بسر شورے آن زلف پریشان دارم   نہ سر کفر و نہ اندیشۂ ایمان دارم

پردہ بردار کہ تا بر ہمہ روشن گردد   کز چہ رو مذہب خورشید پرستان دارم

با خیال سخت آسودہ ام از محنتِ ہجر   ہمرہِ نوح چہ اندیشۂ طوفان دارم

ای رضی روزی کافر نشود آمین گو   زین خجالت کہ من از گبر و مسلمان دارم

مطبوعاتِ جدیدہ

گنجینہ، مصنفہٗ جناب منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی، تقطیع کتابی، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی متوسط، صفحے ۱۰۹، قیمت ۸ر علاوہ محصول ڈاک، ملنے کا پتہ: منشی عزیز اللہ خان، گھیر بکلیان، رامپور اسٹیٹ،

یہ کتاب چند نظمون کا مجموعہ ہے، پہلی مثنوی "حسن" ہے جو اس سے پہلے دو مرتبہ شایع ہو چکی ہے اس تیسری اشاعت مین مصنف نے کچھ اشعار بڑہائے ہین، نیز اصل مثنوی مین بھی حک و اصلاح اور تصحیح و ترمیم سے ایک نئی شان پیدا کر دی ہے،

دوسری نظم "بہار" تیسری "ہندوستان کی برسات" اور چوتھی "طبیعیات اور مذہب" پر ہے، منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی کسی جدید تعارف کے محتاج نہین، ادب و شاعری کی دنیا آپ کے محاسن کلام و خصوصیات شاعری کو بارہا دیکھ چکی ہے، اس کتاب کو پبلک مین پیش کرتے ہوئے اتنا کہدینا کافی ہے کہ یہ ادبی مجموعہ جناب شوق کی طبع رسا کا نتیجہ ہے،

مثنوی "حسن" مین ان فلسفیانہ خیالات کو جمع کرنے اور اُنکی تشریح کرنیکی کوشش کیگئی ہے، جو حسن کے متعلق مختلف پہلوؤن سے ظاہر کئے گئے ہین، شاعرانہ تمثیل کے لئے مختلف اشیاء عالم کے نام بھی آئے ہین، ہر چیز مین دلکشی کا جو سبب ہے حتی الامکان اُسکے بیان کی بھی کوشش کیگئی ہے، جہانتک طرز بیان، حسن ادا اور لطافت ادبی کا تعلق ہے، مصنف کی محنت قابلِ داد ہے، صفائی، برجستگی، پختگی یہ سب اوصاف جمع ہین، ہان یہ ضرور ہے کہ جتنی طوالت دیگئی ہے اگر اس سے پرہیز کیا جاتا تو بہتر تہا، بے شبہہ اطناب خود ایک حسن ہے، لیکن ہر چیز حد اعتدال سے گذر کر داخل عیب ہو جاتی ہے

"بہار" والی نظم کا کیا کہنا، صفائی و سلاست سب کچھ ہے، البتہ سبزہ و گل و برگ و بار کی زیادتی

دہنو کو بار بار لکھا گیا ہے جس سے دہوکا ہوتا ہے کہ شاید شاعر نے بہار کا فیض صرف چمن ہی مین دیکھا ہے، آخر مین چند طیور کے جوش و انبساط کو بھی دکھلایا ہے لیکن اسقدر پہیکے طریقہ سے کہ کوئی خاص بات پیدا نہین ہوئی اثنائے بیان مین مذہب و سائنس کا مناظرہ بھی مناسب نہین، خاتمہ کے چند شعر نے بہاریہ نظم کی خوبی کو گہٹا دیا،

"برسات" والی نظم خوب ہے، برسات کے آثار و علامات کی جمع و تلاش، مختلف جانورون کے جوش انبساط کی مصوری، اور انسانی جذبات کی ترجمانی مین مصنف نے غیر معمولی دقت نظر سے کام لیا ہے، برسات کے آتے ہی دنیا کی کیفیت آسمان کی حالت، دشت و چمن کی تازگی، ان سب چیزون کو مصنف نے نہایت کامیاب طریقہ پر بیان کیا ہے، "بہار" اور "برسات" کی نظم مین اگرچہ بہت کچھ فارسی شاعری کے سرمایۂ ادب سے کام لیا گیا ہے، تاہم یہ امر بجائے خود قابل ستائش ہے، کہ مصنف نے اس اخذ و نقل مین دلآویزی، لطف سخن، حسن ادا، اور برجستگی و صفائی کا سررشتہ ہاتھ سے نہین دیا، تشبیہات اکثر نہایت عمدہ اور بلیغ ہین، البتہ یہ کہنا بے موقع نہوگا کہ اگر ترتیب مین مزید دقت و محنت سے کام لیا جاتا تو نظم کا حسن تسلسل اور زیادہ نمایان ہوتا، بادل کا اُٹھنا اور برق و باران کی آمد کئی کئی مرتبہ بیان کیگئی ہے، جانورون کے جوش و انبساط کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیان کرنے سے نظم و تسلسل کی خوبی کم ہوگئی، عورت کے جذبات کا صرف ایک رخ دکھایا گیا اور وہ بھی زیادہ پہیلا کر،

"طبعیات اور مذہب" کی نظم مین یہ دکھلایا گیا ہے کہ یہ علوم مذہب کے مخالف نہین بلکہ موافق ہین۔ سائنس جن حقائق کو ثابت کرتا ہے وہ مذہب کے اعتقادیات کو استحکام و تقویت پہنچاتے ہین، یہ نظم بہت لمبی ہے، طبعیات کی اکثر شاخون کا تفصیلی تذکرہ ہے، گو یہ مضمون بالکل خشک ہے، لیکن جناب شوق کے رشحات قلم نے شاداب و تر و تازہ کر دیا ہے، شاعرانہ خصوصیات و کمال کا جہانتک تعلق ہے اسمین کوئی کمی نہین، تسلسل، صفائی، روانی، حسن ادا سب کچھ جمع ہین

یہ انداز سخن بے شبہہ قابل داد و تقلید ہے،

ابتدا مین منشی جوالا پرشاد برق (آنجہانی) کا لکہا ہوا مقدمہ ہے، جسمین حسنؒ کے متعلق بعض فلاسفۂ قدیم وجدید کے خیالات جمع کئے ہین، "مثنوی حسن" کے مطالعہ سے پہلے اُسکا دیکہہ لینا مفید ہے۔

استانی، یعنی عورتون اور بچون کا ماہوار رسالہ جو دہلی سے خواجہ حسن نظامی کی نگرانی اور اہلیہ خواجہ حسن نظامی کی ایڈیٹری مین شایع ہوتا ہے، اسکے کئی پرچے آچکے ہین، مضامین مفید نیز عورتون اور بچون کے لئے سہل الفہم ہوتے ہین، مضمون نگار مرد اور عورت دونون ہین، نظمین بھی ہوتی ہین، ترتیب اچھی ہے، معنوی خوبیون کے علاوہ ظاہری حالت بھی دلپذیر ہے، البتہ اتنی ترمیم ضروری ہے کہ صفحۂ اول پر بسم اللہ کے پہلو بہ پہلو مشہور حدیث "طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم" "ومسلمۃ" کی زیادتی کے ساتھ لکھی گئی ہے، صحیح روایت "مسلم" ہی تک ہے "ومسلمۃ" کی زیادت کہین ثابت نہین، اس غلط العام کی تصحیح ہونی چاہیئے، عورتون کی ضروری تعلیم کے لئے دوسری سندین مل سکتی ہین، کیون ایک غیر صحیح حدیث سے استناد کیا جائے۔

کاغذ سفید عمدہ، لکہائی چہپائی صاف اور اچھی، صفحے ۶۲، قیمت سالانہ تین روپیہ آٹھ آنہ، ملنے کا پتہ مینجر خطیب واستانی۔ دہلی۔

دلنواز - دائرۃ الصوفیہ کہرور ضلع ملتان سے یہ رسالہ شایع ہوا ہے، تصوف اسکا موضوع ہے، اس نمبر مین خواجہ حسن نظامی، خان بہادر مرزا سلطان احمد اور مولوی احسان اللہ صاحب عباسی کے مضامین ہین، دو نظمین بھی ہین، کاغذ سفید اور لکہائی چہپائی متوسط، صفحے ۳۲، اسمین یہ اعلان کیا گیا ہے کہ دائرۂ مذکور سے سال مین چار رسالے شایع ہوا کرینگے، جنکی مجموعی قیمت ۱۲؍ ہوگی، اور غربا و طلبا سے آٹھ آنہ، اس دائرہ کا مقصد تصوف اور متصوفین کی خدمت ہے، ارباب و شائقین تصوف بڑہین اور اُسکی اعانت کرین۔

—— . ——

قواعدِ رکنیت دار المصنفین بہ ترمیم جدید

۱- ہر شخص جو دار المصنفین کو مبلغ (۲۰۰) یکمشت ادا کریگا "وہ رکن دائمی" قرار دیا جائیگا، اور وقت رکنیت سے دار المصنفین کی تمام مطبوعات ماہانہ و سالانہ اسکو ہدیۃً دیجایا کرینگی،

۲- جو دار المصنفین کو عشر سالانہ ادا کریگا "وہ اول رکن اعانت" ہوگا، اور اسکو سال بھر تک مجلس کا ماہوار رسالہ (معارف) اور سال کی تمام مطبوعات بلاقیمت نذر کیجائینگی،

۳- عہ سالانہ ادا کرنے والا "دوم رکن اعانت" ہوگا، اسکو معارف بلاقیمت اور دیگر مطبوعات نصف قیمت پر دیجائینگی،

جو صاحب اُردو زبان کی ترقی اور ثروت کے آرزومند ہیں انکو اس سلسلہ کی طرف عملی قدم بڑھانا چاہیئے۔

معارف کے علاوہ دار المصنفین سے ہر سال تقریباً چار نئی کتابیں شائع ہوتی ہیں،

معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت عہ ہے، اور قیمت فی پرچہ ۸/،

(۲) نمونہ کا پرچہ ۸/ میں وی پی ہوگا۔

(۳) رسالہ ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ کو شائع ہوجاتا ہے، اسمیں کبھی تاخیر نہیں ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۳۰ تاریخ تک نہ پہنچے تو دوسرے مہینہ کے پہلے ہفتہ تک وہ اطلاع دیں، ورنہ بعد کو انکو پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا،

ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینہ کی اخیر تاریخ تک مطلع کریں۔

(۴) قومی انجمنوں اور کتبخانوں سے اکثر مفت کی یا تخفیف قیمت کی درخواستیں آتی رہتی ہیں، افسوس ہے کہ ہم انکی تعمیل کی قدرت نہیں رکھتے

مسعود علی ندوی
منیجر دار المصنفین